ہمدرد
نونہال

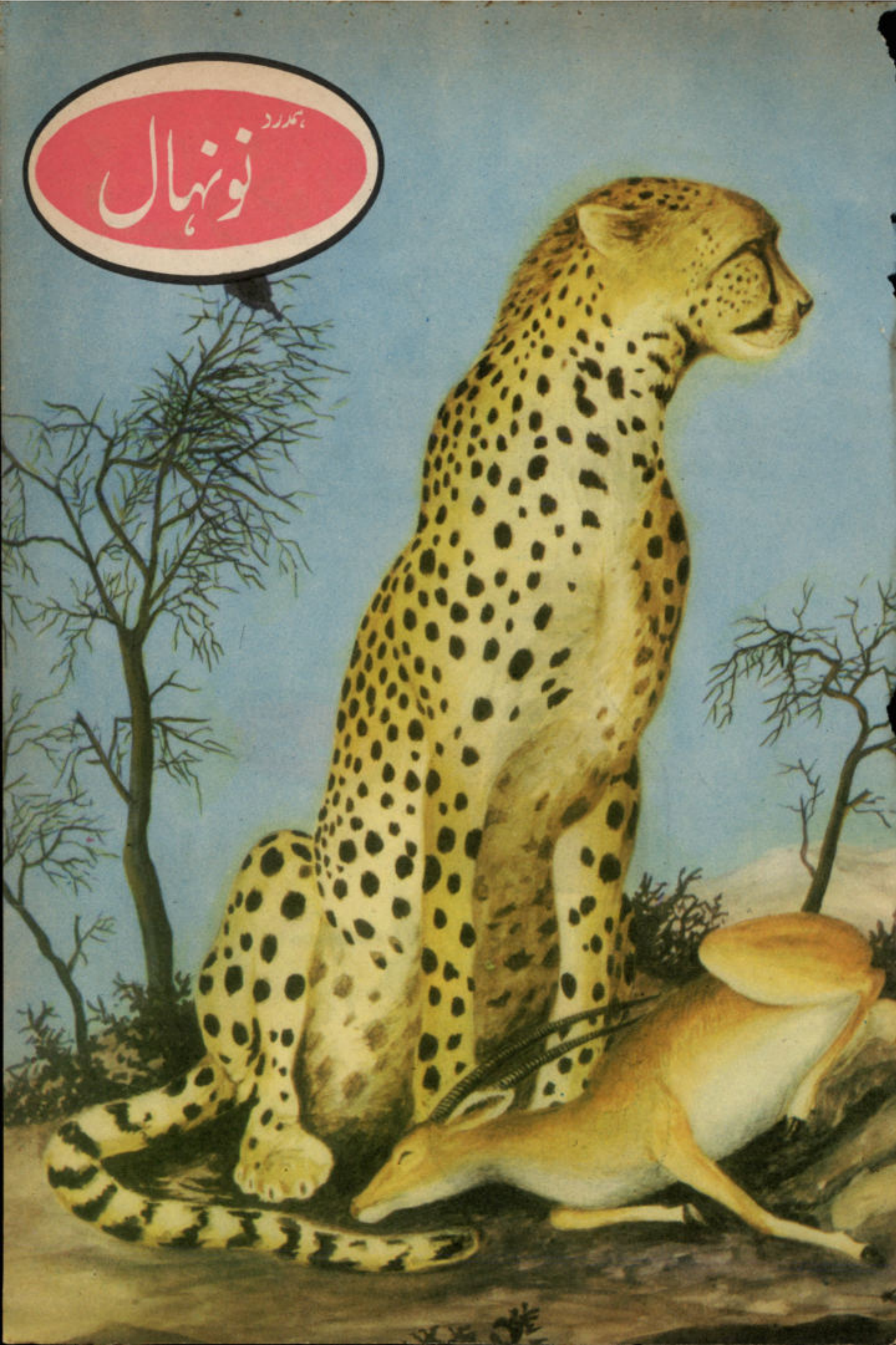

فساد خون سے بچنے کے لئے صافی بہتر ہے

خون میں سرائت کئے ہوئے فاسد مادے پھوڑے، پھنسیوں اور کئی دوسری جلدی بیماریوں کو جنم دیتے ہیں۔ ان سے بچنے کے لئے صافی باقاعدگی کے ساتھ استعمال کیجئے۔ خون کی صفائی اور جلدی بیماریوں سے محفوظ رہنے کا مفید ذریعہ ہے۔

ٹیلی فون ادارت : ۶۱۶۰۰۱
ٹیلی فون انتظامیہ : ۶۱۶۰۰۲

مجلسِ ادارت

حکیم محمد سعید — صدرِ مجلس
مسعود احمد برکاتی — مُدیر
حکیم محمد یٰسین — مُدیر

اتنی بڑی ذمے داری اُٹھانے کے لیے
تعلیم و تربیت ضروری ہے

شوال ــــ ۱۳۹۷ھ
اکتوبر ــــ ۱۹۷۷ء
جلد ۲۵ ــــ شمارہ ۱۰

قیمت
فی شمارہ ۲ رُپے ۲۵ پیسے
سالانہ ۲۵ رُپے

ہمدرد نونہال ، ہمدرد ڈاک خانہ ، ناظم آباد ، کراچی ۱۸

ہمدرد نیشنل فاؤنڈیشن (پاکستان)
نے نونہالوں کی تعلیم و تربیت اور صحت و مسرت کے لیے شائع کیا

اِس شُمارے میں کیا ہے؟

۳	جاگو جگاؤ	جناب حکیم محمد سعید
۴	مینڈکوں کا مُشاعرہ	جناب فیض لدھیانوی
۷	سچّی کہانی	جناب عشرت رحمانی
۱۱	جانور بھی انسان کے بچّوں کو.....	جناب علی اسعد
۱۷	مچھر (نظم)	جناب محشر بدایونی
۱۹	خطرناک جنگل۔ پہلی قسط	جناب عبداللہ خاور
۲۹	اسکول جارہا ہوں (نظم)	جناب قمر ہاشمی
۳۰	وطن (نظم)	جناب غنی دہلوی
۳۷	کارٹون	جناب مشتاق
۴۱	شہابِ ثاقب	جناب علی ناصر زیدی
۴۵	کِسان کا عقل مند بیٹا	جناب سلطان اشرف قریشی
۵۷	موٹا تازہ مگر...	مسعود احمد برکاتی
۶۴	معلوماتِ عامہ سلسلہ نمبر ۱۳۸	جناب عصمت علی پٹیل
۷۳	بجلی کی کہانی	جناب ناصر زیدی
۷۷	ایک عورت کا خُدا پر یقین	جناب احمد خاں خلیل

ادارے نے لکھے

ہمدرد ۳۰
انسائیکلوپیڈیا ۳۱
طاقت کا استعمال ۴۰
کیا آپ جانتے ہیں؟ ۵۳
اسکول سے غیر حاضری ۶۰
شامِ ہمدرد ۶۲
صحیح محاورہ بتائیے ۶۵
صحت مند نونہال ۶۸

نونہالوں نے لکھے

خیال کے پھول ۶
اخبار نونہال ۳۸
لطیفے (نازنین) ۵۸
نونہال مصوّر ۶۶
پھُل جھڑیاں ۷۱
نونہال ادیب ۷۹
بزمِ نونہال ۹۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جاگو جگاؤ

کوئی کام کرنے سے پہلے اس کا نتیجہ سوچ لینا اور اگر نتیجہ خراب نکل سکتا ہو تو اس کی پہلے سے احتیاط کرنا عقل مندوں کا طریقہ ہے۔ جب کسی کام کا نتیجہ اچھا نہ نکلے اور نقصان ظاہر ہو جائے تو اس کا علاج یا اصلاح کرنے میں زیادہ وقت لگتا ہے اور زیادہ توجہ صَرف ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص زیادہ کھا کر بیمار ہو گیا اور اس کو بدہضمی کی شکایت ہو گئی تو اس کے بعد علاج کرانے میں تکلیف بھی ہے اور وقت، صحت اور رُپے کا نقصان بھی، لیکن اگر وہ پہلے ہی احتیاط کرتا، بھوک سے زیادہ نہ کھاتا، پیٹ بھر جانے پر کھانے سے ہاتھ روک لیتا تو اس کو یہ تکلیف اور نقصان نہ اٹھانا پڑتا۔ اسی لیے کہتے ہیں پرہیز علاج سے بہتر ہے۔ اِسی طرح کوئی کام بھی ہو اس کو انجام دینے کے لیے اس کے نفع نقصان کو اچھی طرح سوچ لینا چاہیے۔ جو لوگ انجام سوچے بغیر کام کرتے ہیں وہ پریشان ہوتے ہیں۔ دُکھ اٹھاتے ہیں۔ پہلے سے غور کر کے کام شروع کرنے والے لوگ نقصان نہیں اُٹھاتے۔ وہ کام کرنے سے پہلے ہی سمجھ لیتے ہیں کہ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا اور وہ اس کو برداشت کرنے کو تیار رہتے ہیں۔

تمھارا دوست اور ہمدرد
حکیم محمد سعید

فیض لودھیانوی

مینڈکوں کا مشاعرہ

مینڈکوں کا مشاعرہ سُنیے — اُن کی ٹرٹر پہ اپنا سَر دُھنیے
خاص تالاب کا کِنارہ ہے — عام برسات کا نظارہ ہے
رَونق افزا ہیں سینکڑوں مینڈک — شاعرانہ ہے آج کی بیٹھک
جَم کے بیٹھے ہیں کُودنے والے — ندّی نالوں کی گود کے پالے
شعر کہنے کا ذوق ہے ان کو — زندہ رہنے کا شوق ہے ان کو
زِندگی کی اُمنگ کیا کہنا — شاعری کی تَرنگ کیا کہنا
اِس طرف آدھی رات کا عالم — اُس طرف دِل کی بات کا عالم
نَوجوانی کا جوش اُف توبہ — کھوئے جاتے ہیں ہوش اُف توبہ
طرح بھی دی گئی ہے لاثانی — "مینڈکی ہے بہار کی رانی"
اِس پہ لائے ہیں اب غزل کہہ کر — خُوب ٹرّا رہے ہیں رہ رہ کر

ایک سے ایک بڑھ کے بڑھتا ہے
اُونچے پتھر پہ چڑھ کے پڑھتا ہے

کوئی نہری ہے کوئی تالابی
کوئی کہلائے ان میں سیمابی

سب تخلّص عجیب ہیں پیارے
اپنے اپنے نصیب ہیں پیارے

ہے صدارت جنابِ غوطہ کی
بحری دُنیا کے ہیں جو پی۔ایچ۔ڈی

صَدر کا اِنتظام اچھّا ہے
شاعروں کا کلام اَچھّا ہے

مُنھ پھُلا کر عجَب تبسّم سے
شعر پڑھتے ہیں وہ ترنّم سے

کیا فَصاحت ہے، کیا بَلاغت ہے
کیا خیالات کی نزاکَت ہے!

کیا رَوانی ہے، کیا اَدا صاحب
پھر سے ٹرّایے ذرا صاحب

ایسی محفِل اُنھوں نے گرمائی
چاند تارے ہوئے تماشائی

اِتنی پُر زور داد مِلتی ہے
گھاس بھی آس پاس ہِلتی ہے

تھم گئی ہے زمین کی حرکت
دیکھیے اِتّفاق کی برکت

ناتَوانوں کی قوم نے مِل کر
آسماں کو اُٹھا لیا سَر پر

عقل گُم ہے تمام لوگوں کی
نیند کردی حَرام لوگوں کی

کِس قیامت کا شور برپا ہے
چَین سے گھر میں کون سوتا ہے

دیکھ کر مینڈکوں کی فن کاری
فیض نے بھی یہ نظم لکھ ماری

خیال کے پھول

✲ مُسکراہٹ رُوح کا دروازہ کھول دیتی ہے۔ (البوریحان البیرونی)

مرسلہ: بدرالہدیٰ، کراچی

✲ کھاجاتی ہے، نیکی بدی کو، تکبّر علم کو، توبہ گناہ کو، جھوٹ رزق کو، عدل ظُلم کو، غم عمر کو، صدقہ بلا کو، غصّہ عقل کو، غیبت اعمال کو۔ (نامعلوم)

مرسلہ: محمد اکرم ناشاد، ملتان

✲ امن چاہتے ہو تو کان اور آنکھ استعمال کرو، لیکن زبان بند رکھو۔ (ہربرٹ اسپنسر)

مرسلہ: گمنام

✲ طالب علم، علم حاصل کرنے والے کو کہتے ہیں۔ بھاری کتابیں اٹھانے والے کو نہیں۔ (علامہ اقبالؒ)

مرسلہ: محمد جاوید، ہارون آباد

✲ دیوار کا ہر پتھر خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو اپنی قیمت رکھتا ہے۔ (لانگ فیلو)

مرسلہ: شگفتہ فرحت، کراچی

✲ وقت ایک ایسی زمین ہے جس میں بغیر محنت کے کچھ پیدا نہیں ہوتا، اگر محنت کی جائے تو زمین پھل دیتی ہے اور اگر بے کار چھوڑ دی جائے تو اس میں خاردار جھاڑیاں اُگ آتی ہیں۔ (افلاطون)

مرسلہ: خواجہ ضیاء اللہ، جڑانوالہ

✲ صبر کی تلخی، علم کی شیرینی اور عمل کی سختی ایسی دوا ہے جس سے دل کے ہر مرض کا علاج کیا جاسکتا ہے۔ (امام غزالیؒ)

مرسلہ: عامرہ خانم، سیالکوٹ

✲ نرم اور صلح کن الفاظ نہایت طاقت ور ہوتے ہیں۔ (گلیڈٹن)

مرسلہ: رخشی صیم، راول پنڈی

✲ سب کو خوش رکھنا بہت مشکل ہے اس لیے خدا سے اپنا معاملہ صاف رکھو اور کسی کی خوشی یا ناراضگی کی پروا نہ کرو۔ (شافعیؒ)

مرسلہ: فرح ناز، کراچی

✲ جب آپ غصّے میں ہوں تو کچھ کہنے سے پہلے دس تک گنتی کرلیں اور اگر بہت زیادہ غصّہ ہو تو سَو تک۔ (جیفرسن)

مرسلہ: شیخ اسد، کراچی

✲ جو شخص اپنی عظمت کے گُن خود گائے وہ ہرگز عظیم نہیں ہوسکتا۔ (علامہ اقبالؒ)

مرسلہ: سید انور مصطفےٰ زیدی

سچّی کہانی

عشرت رحمانی

آج ہم آپ کو ایک ایسے نیک اور سخی آدمی کی سچّی کہانی سناتے ہیں جس کا نام آپ نے کئی بار سنا ہوگا اور اس کے قصّے کہانیاں بھی ضرور سُنی ہوں گی۔

یہ نیک اِنسان تھا حاتِم طائی۔ وہ اپنی سخاوت کے لیے دُنیا بھر میں مشہور ہوا۔ وہ اِتنا نیک تھا کہ اپنے دُشمنوں کے ساتھ بھی نیکی اور بھلائی کا برتاؤ کرتا تھا۔

حاتِم طائی کی شہرت اس کے زمانے ہی میں اِتنی زیادہ تھی کہ جہاں حاتِم طائی رہتا تھا اس مُلک کا بادشاہ اس سے جلنے لگا، کیوں کہ حاتم کا نام بادشاہ سے بھی زیادہ مشہور تھا۔

بادشاہ نے ایک شخص کو بھاری اِنعام کا لالچ دے کر کہا کہ تم کسی طرح حاتِم طائی کو مار ڈالو تاکہ اس کی شہرت ختم ہو جائے۔

اُس شخص نے دَولت کے لالچ میں آ کر یہ بات خُوشی خُوشی مَنظُور کر لی۔ اور حاتم طائی کی تلاش میں روانہ ہو گیا۔ وہ اپنے لباس میں ایک خنجر بھی چُھپا کرلے گیا تاکہ جُوں ہی حاتم کو دیکھے اُسے قتل کر ڈالے۔ وہ حاتم کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا کہ اِتفاق سے اس کو حاتم مِل گیا، مگر یہ شخص حاتم کو نہیں پہچانتا تھا۔ حاتم طائی نے اُس شخص کو مُسافر سمجھ کر اُس کی مِنّت خوشامد کی کہ وہ اس کے ساتھ گھر چلے اور اُس کا مہمان بنے۔

غرض حاتم نے اپنے گھر لے جاکر اُسے غُسل کرایا اور بڑی آؤ بھگت کر کے عُمدہ کھانے کھلائے۔ اس کے بعد اُس شخص سے آرام کرنے کو کہا اور اُس کے ہاتھ پاؤں دَباتا رہا۔

رات کو وہ شخص حاتم کے گھر چین سے رہا اور صُبح سویرے اُٹھ کر جانے کو تیار ہو گیا۔ حاتم نے اُس کی خوشامد کی کہ وہ کم سے کم دو چار رَوز اُسے اپنی مہمانی کی عِزّت اور خوشی بخشے اُس کے بعد جہاں جانا ہو چلا جائے۔

لیکن اس شخص نے کہا کہ وہ ایک بہت ضرُوری کام سے جا رہا ہے جس کو ختم کیے بغیر وہ چین سے نہیں رہ سکتا۔

حاتم نے اُس سے پُوچھا "آخر وہ ایسا کون سا ضرُوری کام ہے، مجھے بتایئے۔ اگر اس کام میں مَیں آپ کی مَدد کر سکوں تو بڑی خوشی سے کروں گا۔"

اُس شخص نے حاتم کو سارا حال سُنا دیا کہ اس مُلک کے بادشاہ کو حاتم کی شُہرت پسند نہیں ہے۔ اور وہ شاہی حُکم سے حاتم کو قتل کرنا چاہتا ہے، کیوں کہ اس کے مُعاوضے میں اسے بہت سا اِنعام ملے گا۔ اس نے بتایا کہ میں کل سے حاتم ہی کی تلاش کرتا پھر رہا ہوں۔ اگر مجھے آج وہ مِل جائے تو میں اپنے کام کو پُورا کر دوں۔

حاتم یہ سُن کر اُسے ایک کمرے میں لے گیا پھر خُود فرش پر لیٹ گیا اور اس شخص سے کہا، "اگر تمھارے پاس خنجر ہے تو جلدی سے میری گردن پر پھیر کر اپنا کام انجام دے لو۔ ورنہ کہو تو میں تمھارے لیے خنجر کا بھی اِنتظام کر دوں، تم جس حاتم کی تلاش میں ہو وہ میں ہی ہوں تم کو میری تلاش کے لیے اَب کہیں اور جانے کی ضرُورت نہیں ہے۔"

حاتم کی یہ باتیں سُن کر وہ شخص حَیران رہ گیا اور اپنے دِل میں بہت شرمندہ ہوا۔ اُس نے فوراً حاتم کے پاؤں پکڑ لیے اور رو رو کر مَعافی مانگنے لگا کہ میں نے تم جیسے نیک دِل، بہادر اور سخی

اِنسان کو قتل کرنے کا اِرادہ کیا، میں نے تمھاری جو شہرت سُنی تھی تم کو اس سے بھی زیادہ نیک اور سخی پایا۔

حاتم نے اُس شخص کو گلے لگا لیا اور بولا،

"تم فکر نہ کرو، میرا دِل تمھاری طرف سے بالکل صاف ہے۔ تم نے ضرورت سے مجبور ہو کر اِنعام کے لالچ میں یہ اِرادہ کیا۔"

اِس کے بعد حاتم نے اس شخص کو اشرفیوں کی ایک تھیلی دے کر رُخصت کیا وہ شخص بادشاہ کے پاس پہنچا تو بادشاہ

نے پوچھا کہ تم جس کام کے لیے گئے تھے وہ پورا کر آئے ہو؟ اُس شخص نے شروع سے آخر تک سارا حال بادشاہ کو سنایا اور بولا،

"حضور! ایسے نیک اور سخی انسان سے کون دشمنی کر سکتا ہے۔ میں یہ کام ہرگز نہیں کر سکتا۔"

بادشاہ نے حاتم کی یہ باتیں سُنیں تو اُس نے بھی حاتم کی بہت تعریف کی اور بولا،

"واقعی حاتم اِس سے زیادہ شہرت اور تعریف کے لائق ہے۔"

اور پھر بادشاہ نے حاتم طائی کو بڑی عزت سے دربار میں بلا کر اُس سے دوستی کر لی اور پھر دونوں میں عمر بھر گہری دوستی رہی۔

۱۸-۱۸

جرمنی کی مشہور جنگ "جنگ بینیرک" ۱۸ اکتوبر ۱۸۱۳ء میں ہوئی تھی۔ اس جنگ کی یاد میں جرمنی میں ایک ایسا ہال تعمیر کیا گیا ہے جس میں تمام چیزیں اٹھارہ اٹھارہ ہیں۔ مثلاً اس ہال میں ۱۸ جالیاں، ۱۸ قدم چوں والی سیڑھیاں، ۱۸ فانوس اور ۱۸ ہی مجسمے ہیں۔ اور اس جنگ میں اٹھارہ فوجی جرنیلوں کی حکمتِ عملی سے فتح حاصل ہوئی تھی۔ دُشمن کے اٹھارہ اہم مقامات پر قبضہ کیا گیا تھا۔ اس ہال میں اُن اٹھارہ مقامات کے نام بھی ایک بورڈ پر کندہ ہیں۔

۲۲ سال سے بے ہوش ہے

سڑک کے ایک حادثے میں زخمی ہونے والا پالی ایلے ڈسمبرس اپنی بے ہوشی کے ۲۲ ویں سال میں داخل ہوگیا ہے۔ وہ دسمبر ۱۹۵۵ء میں ۱۸ سال کی عمر میں زخمی ہو کر بے ہوش ہونے کے بعد سے اب تک ہوش میں نہیں آیا ہے۔ اس نے گیارہ سال بے ہوشی کے عالم میں ہسپتال میں گزارے جس کے بعد اسے گھر منتقل کر دیا گیا جہاں اس کی ماں اس کی دیکھ بھال کرتی ہے۔

مرسلہ: محمد یونس، رحمانی، کراچی

جانور بھی انسان کے بچّوں کو پالتے ہیں

علی اسد

اِنسان تو جانوروں کو پالتا ہے لیکن ایسے بھی واقعات دیکھنے میں آئے ہیں کہ جانوروں

نے انسان کے بچّوں کی پرورش کی ہے۔ افریقہ میں برونڈی کے جنگل میں ایک ایسا بچّہ ملا ہے جس کو بندروں نے پالا تھا۔ یہ بچّہ تقریبًا آٹھ برس کا ہے مگر یہ بولنا نہیں جانتا۔ وہ صرف غُرّا کر یا بڑبڑا کر اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ وہ صرف پھل اور ترکاریاں کھاتا ہے۔ ہر حالت میں وہ بندروں کی سی حرکتیں کرتا ہے۔ جب وہ خوف زدہ ہوتا ہے یا ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ افریقہ کے لنگور کی طرح شور مچا کر چھلانگیں مارنے لگتا ہے۔

۱۹۷۶ء کے پہلے چھے مہینوں میں یہ تیسرا جنگلی بچّہ ملا ہے۔ دسمبر ۱۹۷۵ء میں انڈیز پہاڑ کی ڈھلوان پر گاؤں

کے لوگوں نے ایک ایسے انسان کو دیکھا جو چاروں ہاتھ پیروں پر چلتا تھا۔ اس کی عمر پندرہ برس ہوگی۔ وہ صرف جنگل کی گھاس کھاتا تھا۔ چند ہفتے قبل ایک جنگلی بچّے نے بورنیو میں تہلکہ مچادیا۔ اس نے علم الانسان کے اُن ماہرین پر حملہ کردیا جو اُسے پکڑنے گئے تھے۔ اس نے ان لوگوں کو دانتوں سے کاٹا اور اُن کے جسم کو اپنے ناخنوں سے نوچ ڈالا اور کچّا گوشت درندوں کی طرح کھا گیا۔

مدّتوں سے سائنس دان ان جنگلی بچّوں کے بارے میں تحقیقات کرتے چلے آرہے ہیں جن کی پرورش جانوروں کے درمیان ہوتی ہے۔ انھوں نے ان کی جانوروں کی سی عادتوں کا مطالعہ کیا ہے اور یہ کوشش بھی کی ہے کہ ان کی غذا تبدیل کی جائے اور اُن کو بولنا سکھایا جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان سائنس دانوں کو یہ امید ہے کہ یہ جنگلی بچّے اگر بولنا سیکھ جائیں گے اور انسانوں جیسی حرکتیں کرنے لگیں گے تو پھر وہ اپنی زندگی کے اُن حیرت انگیز حالات کو بتا سکیں گے جو اُنھیں بھیڑیوں، بندروں، ہرنوں اور شیروں کے درمیان زندگی گزارنے میں پیش آئے۔

علم الانسان کے ماہرین اب تک ساٹھ بچّوں کے حالات دریافت کرچکے ہیں۔ ان میں وہ دو بھائی رومولوس اور ریمس (ROMULUS AND REMUS) شامل نہیں ہیں جن کے بارے میں یہ کہانی مشہور ہے کہ اُنھیں ایک بھیڑیئے نے پالا تھا اور انھی دونوں بھائیوں نے حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے آٹھ سو برس قبل اٹلی کا قدیم شہر روم آباد کیا تھا۔

یورپ میں سب سے پہلا واقعہ ۱۳۴۴ء میں جرمنی میں دیکھا گیا۔ صوبۂ ہیس (HESS) میں ایک تین سالہ بچہ پایا گیا جس کے بارے میں یہ کہا گیا کہ اسے بھیڑیوں نے پالا ہے۔ ۱۶۶۱ء میں لیتھوانیا (LITHUANIA) میں کسانوں نے ایک ایسے بچّے کو پکڑا جس کے جلد کا رنگ سفید تھا۔ بال سنہرے تھے اور چہرہ خوش نما تھا۔ بہرحال اسے پوری طرح سدھایا نہیں جا سکا اور نہ وہ انسانوں کی طرح کھانے اور پہننے کا عادی ہوسکا۔

۱۷۶۱ء میں ہنگری کے شکاریوں کو غار میں ایک ایسی لڑکی ملی جسے ریچھ نے پالا تھا۔

ابھی حال ہی میں فرانسیسی سیّاح جین کلاڈ آرمین کو ایک مقامی باشندہ ہسپانوی صحارا کے ایک ایسے غار میں لے گیا جسے ایک چٹان کو کاٹ کر بنایا گیا تھا۔ جب یہ سیّاح اس غار میں

پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ ہرنوں کے درمیان ایک بچّہ موجود ہے جس کے بال سیاہ ہیں اور ٹخنے بڑے مضبوط ہیں۔ یہ بچّہ بڑی تیزی سے جست لگاتا تھا۔

اپریل ۱۹۶۸ء میں دہلی میں ایک بچّہ مر گیا۔ اس بچے کا نام رامو تھا۔ جب لاش کا طبّی معائنہ کیا گیا تو پتا چلا کہ اس بچّے کے دماغ کو صدمہ پہنچا تھا۔ دماغ کے جس حصّے کا تعلق بولنے سے ہوتا ہے وہ حصّہ تباہ ہو چکا تھا۔ اس بچّے کی کہنیوں اور پیٹھ پر جو نشانات تھے ان سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ جیسے بھیڑیے نے اسے اپنے منھ میں دبا کر پتھریلی زمین پر گھسیٹا ہے۔

جن جنگلی بچوں کو ان کے والدین چھوڑ دیتے ہیں یا جنھیں جنگلی جانور اٹھالے جاتے ہیں ان میں چند باتیں یکساں ہوتی ہیں۔ وہ چاروں ہاتھ پیروں پر چلتے ہیں اور بول نہیں سکتے۔ روشنی ان کو ناگوار ہوتی ہے اور اندھیرے میں وہ اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ ان میں سننے اور چکھنے کی صلاحیت خوب ہوتی ہے مگر وہ مسکرانا اور ہنسنا قطعی نہیں جانتے۔

ماہرینِ عمرانیات کا خیال ہے کہ جنگلی جانوروں کا انسانی بچوں کی پرورش کرنا کوئی غیر فطری بات نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دودھ پلانے والے جانوروں میں ماں متا کا جذبہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ جب بھی انسان کا کوئی بچّہ پریشانی کی حالت میں کہیں مل جاتا ہے تو بھیڑیے کا خاندان بچّے کی پریشانی سے فوراً متاثر ہو جاتا ہے۔ اگر انسانی بچّہ جانوروں کے مزاج کے خلاف کوئی حرکت نہیں کرتا تو وہ اس کا اور زیادہ خیال رکھتے ہیں لیکن اگر بچّہ کوئی حرکت کر گزرے تو بھیڑیا بھی اپنے جانور ہونے کا مظاہرہ کر بیٹھتا ہے۔

اگر کوئی بچّہ دو تین سال کی عمر میں بندروں، بھیڑیوں یا شیروں کے خاندان میں شامل ہو جاتا ہے تو پھر وہ ان جانوروں کے بچّوں کے ساتھ گھل مل جاتا ہے اور اُنھی کی سی حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ جانور بھی اس بچّے سے مانوس ہو جاتے ہیں۔ حالاں کہ وہ اسے اپنی "کاہل اولاد" تصوّر کرتے ہیں۔ اس سے کم عمر بچّوں کے لیے جانوروں کے ساتھ گھل مل جانا دشوار ہوگا، کیوں کہ جسمانی اعتبار سے ان میں اور جانوروں کے بچّوں میں بہت فرق ہوگا۔ اس کے علاوہ انسان کے مقابلے میں جانور اپنے بچّوں کو کم مدّت تک دُودھ پلاتے ہیں۔ بھیڑیے کی مادہ اپنے بچّے کو صرف دو ماہ تک دودھ پلاتی ہے۔ اس کے بعد وہ اسے کچّا گوشت کھلاتی ہے۔ بھیڑیے کا بچّہ جب تقریباً چار ماہ کا ہو جاتا ہے تو پھر وہ خود ہی اپنی غذا کی فکر کرتا ہے۔ اس کے برعکس انسان کا بچّہ چار ماہ کی عمر میں دوسروں کا محتاج

ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بھیڑیا اپنے بچے سے زیادہ محنت و مشقت کی توقع رکھتا ہے۔ اگر وہ سُست ہوتے ہیں تو باپ ان کو پنجے مارتا ہے۔

افریقہ کا لنگور، جسے انگریزی میں چمپینزی کہتے ہیں وہ انسانی بچوں کی پرورش کے لیے سب سے زیادہ موزوں ہوتا ہے، کیوں کہ ابتدائی تین برسوں میں انسانی بچے اور چمپنزی کے بچے کے تاثرات یکساں ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ ایک دوسرے کے ساتھ اچھی طرح کھیل سکتے ہیں۔

چند برس ہوتے ایک انگریز عورت نے ایک انوکھا تجربہ کیا۔ اس عورت کا نام ہے جلینٹ گُڈآل۔ وہ تنزانیہ میں ایک چمپینزی کے خاندان کے پاس چلی گئی۔ ان بندروں نے ان کی خوب میزبانی کی۔ اپنے کھانے میں اس کو بھی شریک کرنے لگے۔ اس کے لیے درخت پر بستر تیار کر دیا اور درخت پر چڑھنے میں بھی اس کی مدد کرنے لگے۔

انیس ویں صدی میں گونگوں اور بہروں کی نگرانی کرنے والے ایک ڈاکٹر نے ایک جنگلی لڑکے کی نگہداشت شروع کی۔ اس لڑکے کا نام وکٹر تھا۔ یہ لڑکا جنگل میں ننگا رہتا تھا اور صرف جنگلی جڑی بوٹیاں کھاتا تھا۔ بارہ برس کی عمر تک یہ لڑکا نہیں بولا۔ صرف کبھی کبھار غراتا رہتا تھا۔ اس بچے کی عقل

ایک ایسے بچے کی مانند تھی جو چند ماہ کا ہو۔ آہستہ آہستہ ڈاکٹر نے اس بچے کے احساسات کو ابھارنا شروع کیا۔ چند برسوں کے بعد یہ بچہ انسانی گفت گو سمجھنے لگا اور اپنے خیالات کا اظہار بھی کرنے لگا۔ پھر وہ دو ایک لفظ بھی ہکلا کر بولنے لگا، لیکن اس کی ترقی بس اسی حد تک رہ گئی۔ اس کے آگے نہ بڑھ سکی۔

فرانسیسی ماہرین کا خیال ہے کہ اس طرح کے جنگلی بچے ایک نفسیاتی مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ وہ صرف اپنی ہی ذات کے بارے میں سوچ سکتے ہیں اور خود کو جانوروں جیسا تصور کرتے ہیں۔ وہ غراتے ہیں اور اپنے خوف اور اپنی درندگی کو بلا تکلف ظاہر کر دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے انھیں معاشرے میں دوبارہ شامل کرنا قریب قریب ناممکن ہو جاتا ہے۔

دُنیا کی سَب سے پیچیدہ گھڑی

اِسپین کے دَارُالحکومت مَیڈرِڈ اور بارسِلونا شہر میں حال ہی میں گھڑیوں کی نمائش ہوئی اِس نمائش میں موجودہ صَدی کی اِبتدا میں فرانس کے ماہر گھڑی ساز کی بنائی ہوئی گھڑی کو بہترین قرار دیا گیا۔ اِس نے یہ گھڑی لزبن کے کاؤنٹ کاروا ہومونٹیرو کے لیے تیار کی تھی۔ اس گھڑی کی تیاری میں ۱۸۹۷ء سے ۱۹۰۲ء تک پانچ سال کا عرصہ لگا۔ اس گھڑی کی قیمت بیس ہزار طلائی فرانک تھی۔ کچھ عرصے بعد فرانس کے گھڑی سازوں نے چندہ کر کے اس گھڑی کو کاؤنٹ سے خرید لیا اور اُسے بِسانکوں میں واقع گھڑیوں کے عجائب گھر میں نمایاں جگہ پر رکھ دیا۔ اِس گھڑی کے دو ڈائل اور ۲۵ سوئیاں ہیں۔ جن کی مَدد سے دن، تاریخ، مہینا، سال، لیپ کے سال، موسم، خطِ اِستوار سے سُورج کے بُعد کا زمانہ، آفتاب کے خطِ استوا کو قطع کرنے کا زمانہ۔ دُنیا کے سَوا سَو مختلف شہروں کا وقت اور بہت سی دیگر باتیں معلوم کی جاسکتی ہیں۔ یہ بِلا شُبہ دُنیا کی سَب سے پیچیدہ اور نادِر گھڑی ہے۔

(مُرسلہ: وسیم یوسف مَلک، سِیالکوٹ)

بچوں کے لیے ایک رنگین کتاب

جاگو جگاؤ

حکیم محمد سعید کی خوب صورت تحریروں کا دِل کش مجموعہ

ہمدرد نونہال کے مقبول کالم "جاگو جگاؤ" کی زبان سادہ اور دِل نشین ہوتی ہے۔ حکیم محمد سعید کے اس کالم کو بچے بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔ ان بکھرے ہوئے موتیوں کو مسعود احمد برکاتی نے مرتب کرکے ایک مفید، دِل چسپ اور رنگین کتاب بنا دیا ہے۔

سفید کاغذ، حسین سرورق، قیمت کم

جاگو جگاؤ دو رُپے میں ہر اچھے بُک اسٹال سے مِل سکتی ہے

ہمدرد اکیڈمی، ناظم آباد، کراچی نمبر ۱۸

مچھّر

محشؔر بدایونی

ہائے رے مچھؔر، وائے رے مچھؔر — بھن بھن بولے کان کے اوپر
اِس کی سینہ زوری دیکھو
کھلی ہوئی یہ چوری دیکھو
ہر دم شورا شوری دیکھو
کرتا ہے یہ وار برابر
ہائے رے مچھؔر، وائے رے مچھؔر — بھن بھن بولے کان کے اوپر
کہنے کو ہے جان ذرا سی
رُوح مگر ہے خون کی پیاسی
چھائی ہے چہروں پہ اُداسی
جاگ کے آنکھیں ہوگئیں پتھر
ہائے رے مچھؔر وائے رے مچھؔر — بھن بھن بولے کان کے اوپر
ہو برسات کہ جاڑا گرمی
یہ ظالم کیا جانے نرمی
سدا وہی اس کی بے شرمی
چکرؔ چکرؔ ہر دم چکرؔ
ہائے رے مچھؔر وائے رے مچھؔر — بھن بھن بولے کان کے اوپر
کمبل اوڑھو، چادر تانو
لاکھ اِس کی خصلت پہچانو

چاہے اس سے ہار بھی مانو
مگر چھیڑے یہ کان میں گھس کر
بھن بھن بولے کان کے اوپر ہائے رے مچھر وائے رے مچھر

پنکھا کھولو پھر بھی نہ جائے
گال ٹٹولو پھر بھی نہ جائے
بُرا بھی بولو پھر بھی نہ جائے
ہٹ دھرمی میں بد سے بد تر
بھن بھن بولے کان کے اوپر ہائے رے مچھر وائے رے مچھر

لاکھ کوئی ڈانٹے پھٹکارے
آپ ہی مُنھ پر چانٹے مارے
اُس کی وہی دُھن "نی یا سا رے"
اِس کے کاٹے کا نہیں منتر
بھن بھن بولے کان کے اوپر ہائے رے مچھر وائے رے مچھر

صبح اُٹھے تو سِٹّی بھولے
ناک بھی لال اور گال بھی پھولے
دِل میں شرارے سر میں بگولے
ہنس دے آئینہ۔ دیکھ کے تیور
بھن بھن بولے کان کے اوپر ہائے رے مچھر وائے رے مچھر

خطرناک جنگل

ایک انوکھا ناول
جس میں ایک لڑکے کی مہم جوئی کے
مزے دار قصّے دل چسپ انداز میں
بیان کیے گئے ہیں

عبداللہ خاور

قسط اوّل

مہم جُو لڑکا

مارٹن مہم جوئی کا شیدا تھا۔ اسے سمندری سفر کی ہمیشہ سے آرزو تھی۔ وہ کلاس میں دوسرے لڑکوں سے پڑھائی کے معاملے میں کمزور تھا، مگر لڑائی بھڑائی میں بہت تیز تھا۔ ہوم ورک کرنا بھی اسے ایک آنکھ نہ بھاتا تھا، مگر چوں کہ اس کی چچی اس کو پڑھا لکھا کر کلرک بنانا چاہتی تھیں، اس لیے وہ پابندی سے اسکول جایا کرتا تھا۔

مارٹن کے والدین اس کی کم عمری میں انتقال کر گئے تھے اور اس کی پرورش کا بوجھ چچی اٹھا رہی تھیں۔ جب مارٹن ان سے سمندری سفر پر جانے کی بات کرتا تھا تو وہ کہتی تھیں، "ٹھیک ہے، جا سکتے ہو، مگر میرا کون سا سہارا باقی رہ جائے گا، میرا دل ٹوٹ جائے گا۔" مارٹن مہم جو اور بہادر ہونے کے ساتھ رحم دل بھی تھا، اس لیے اس نے اپنی چچی کو پریشان اور ناامید چھوڑ دینا کبھی گوارا نہ کیا۔ اس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اسکول جاتا رہے گا اور اپنی طرف سے پاس ہونے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ لیکن اچانک ایسا واقعہ ہوا کہ اسے اپنی چچی کو الوداع کہے بغیر چودہ سال کی عمر میں ہی جنوبی سمندروں کے سفر پر جانا پڑا۔

یہ حیرت انگیز واقعہ اس طرح رُونما ہوا۔

ایک روز اس کے ایک ہم جماعت باب نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور علاحدہ لے جاکر بڑی رازداری سے کہا، "چلو بندرگاہ پر چلیں، وہاں بہت سے جہاز کھڑے ہیں خوب سیر کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" مارٹن نے کہا، "آج مجھے شام سے پہلے گھر نہیں جانا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد وہ بندرگاہ میں جہازوں کے آنے جانے کا منظر دیکھ رہے تھے۔ یکایک باب نے چلّا کر کہا،

"ارے وہ دیکھو، "فائر فلائی" (FIRE FLY) جہاز تیّار کھڑا ہے۔ وہ جنوبی سمندروں

کو جا رہا ہے۔ آؤ اس کے پاس چلیں اور دیکھیں ،کہ کیسے اسٹارٹ ہوتا ہے۔ اور ہاں، مارٹن، تمہارا آئرستانی دوست بارنی بھی تو اسی جہاز پر ہے۔"

ہاں، بارنی اسی میں ہے۔ جب بھی وہ بحری سفر پر جاتا ہے تو مجھے ساتھ لے جانے کی کوشش کرتا ہے، لیکن افسوس میں نہیں جاسکتا، تم جانتے ہو میں نے چچی جان سے

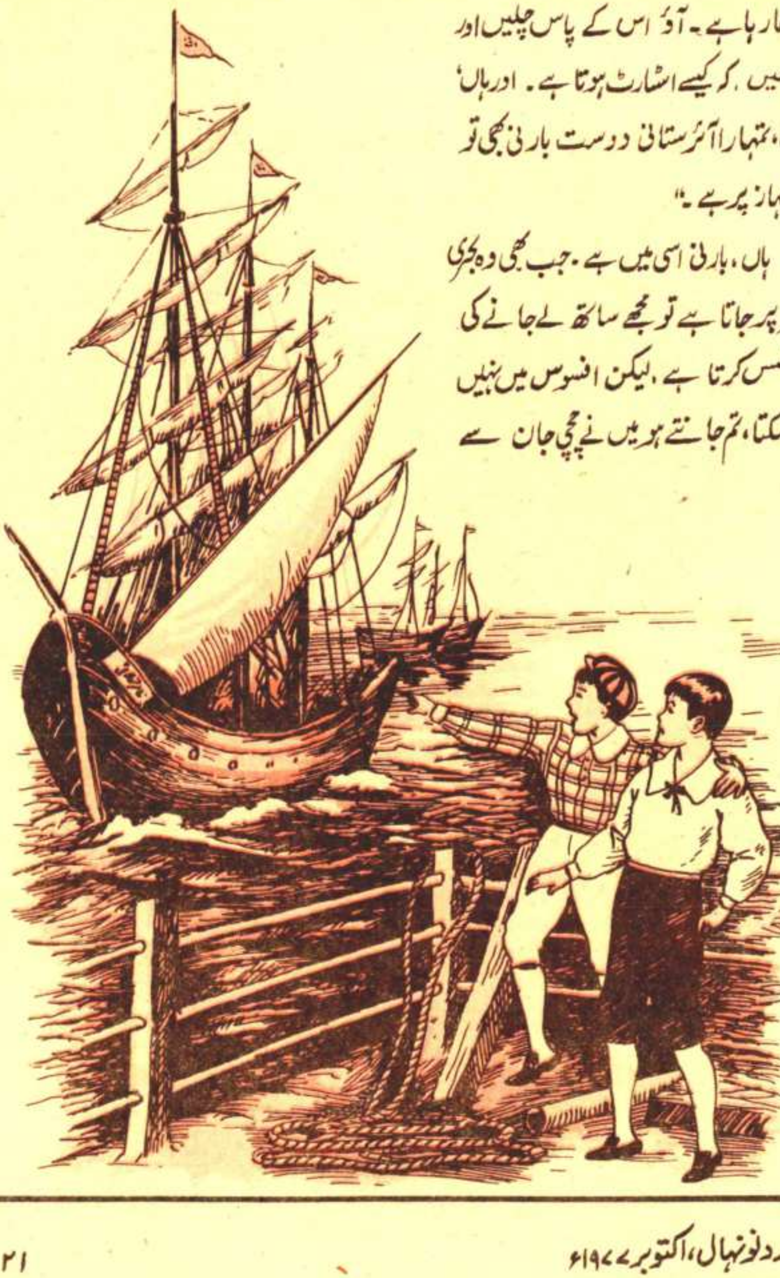

کیا وعدہ کر رکھا ہے۔" مارٹن نے افسوس کے ساتھ کہا۔ "جلدی سے آؤ۔ جانے سے پہلے میں بارنی کو خدا حافظ کہنا چاہتا ہوں۔"

وہ دوڑ کر ڈاک یارڈ کے اس حصّے کی طرف گئے جہاں فائر فلائی جہاز کھڑا تھا۔ روانگی کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔ فائر فلائی، بہت بڑا، وزنی اور مضبوط جہاز تھا۔ اس میں تین مستول تھے۔

لڑکے جست لگا کر جہاز کے عرشے پر چڑھ گیے۔ جہاز کے مستول ابھی تانے نہیں گئے تھے۔ کپتان چیخ چیخ کر رخصت کرنے والے آدمیوں اور عورتوں کو جہاز سے باہر جانے کا حکم دے رہا تھا۔

"جو لوگ سمندری سفر پر نہیں جانا چاہتے فوراً ساحل پر اتر جائیں۔" کپتان گرجا اور مسافروں کے دوست اور عزیز جلدی جلدی جہاز سے باہر جانے لگے۔"

لڑکے ابھی جہاز کے اندر ہی تھے۔ بارنی نے کہا۔ "ابھی نہ جاؤ" جہاز روانہ ہونے لگے تو میں کسی ملاّح کو پکار کر، اس کی کشتی پر تمھیں اتار دُوں گا۔ تم کشتی کے ذریعے سے ساحل پر چلے جانا۔"

اسی دَوران جہاز آہستگی سے چل پڑا تھا۔ بندرگاہ سے کھلے سمندر تک ایک تنگ آبی راستا جاتا تھا، جس کے سرے پر موڑ تھا۔ جیسے ہی جہاز اس موڑ پر آیا ملاحوں کے اندازے کی ذرا سی غلطی سے زمین سے ٹکرا گیا اور وہیں پھنس گیا۔ اب پانی کے چڑھنے تک جہاز کو مجبوراً وہیں رُکنا تھا۔ کپتان بہت غضب ناک ہو رہا تھا اور اس کے سامنے جو بھی آتا اُسے پُھٹکارنے لگتا۔

فائر فلائی کے چاروں طرف بہت سی ننھّی کشتیاں جمع ہو گئیں۔ باب نے تجویز پیش کی کہ وہ اور مارٹن ایک کشتی لے کر کُھلے سمندر کی طرف نکل جائیں اور باقی دن مچھلی کے شکار اور کشتی رانی میں گزاریں۔

مارٹن نے یہ تجویز منظور کر لی، "چلو فوراً چلیں۔ وہ سامنے والا پستہ قد ملاّح اپنی کشتی ہمیں تھوڑے سے پیسوں میں کرائے پر دے دے گا۔ میں اُسے جانتا ہوں۔" ہو... ٹام۔" اس نے ہاتھوں کا بھونپو بنا کر ملاّح کو آواز دی۔ "ہو... ٹام۔"

"ہو۔ ہو۔ ہاں۔" ملّاح کی سیٹی جیسی آواز جواب میں سُنائی دی۔

"اِدھر آؤ"

کشتی کی نوک پر بیٹھا ہوا ملّاح اکیلی پتوار سے کشتی کو کھے کر جہاز کے قریب لانے لگا۔ وہ اتنا چھوٹا معلوم ہو رہا تھا کہ اس کا کشتی چلانا عجیب لگتا تھا۔ جب وہ قریب آگیا تو لڑکوں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ ملّاح بولا،

"ہوا تیز بہت ہے۔"

"بکواس ہے۔" باب نے پٹ سے جواب دیا۔

تم اڑ کر سمندر میں جا گرو گے، اور میری پیاری ننھی کشتی اپنی جان سے جائے گی۔" ملّاح منمنایا۔

مگر باب نہیں مانا اس نے رسّا پکڑا اور ٹام سے کہا کہ وہ فائر فلائی پر چڑھ آئے۔ جب ٹام کچھ ہچکچایا تو اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر کشتی کے ملاح کا ہاتھ پکڑا اور اسے جہاز پر کھینچ لیا۔ پھر اس نے کہا:

لو یہ رہا تمھارا کرایہ ٹام، ہم تمھیں ساتھ نہیں لے جائیں گے۔"

"مارٹن، میں رسّا پکڑے ہوئے ہوں۔ پہلے تم پھسل کر کشتی پر کود جاؤ۔ پھر تم اسے تھام لینا اور میں کود پڑوں گا۔"

جب مارٹن کشتی پر پہنچ گیا، تو باب نے رسّا ٹام کے ہاتھ میں دیا، مگر اس کوشش میں رسّا پھسل کر سمندر میں جا پڑا۔

"مارٹن، جلدی سے لنگر ڈالو۔ میں کودتا ہوں۔"

لیکن مارٹن کو اس کام میں دیر ہوگئی۔ ایک تیز لہر بندرگاہ کی طرف سے سمندر کی طرف بڑھی اور اسی کے ساتھ کشتی چلی! مارٹن اچھل کر پتوار اور تیز ضربوں کے ساتھ کشتی کا رُخ جہاز کی طرف موڑنے میں کام یاب ہوگیا۔ وہ طاقت ور لڑکا تھا اور کشتی کو قابو میں لا کر جہاز تک پہنچا دیتا، مگر بدقسمتی سے اسی وقت ہوا بہت تیز ہوگئی ساحل کی طرف سے چلنے والی ہوا کے جھکّڑ کشتی کو دور سمندر کی طرف لے گئے۔ فاصلہ بڑھتا گیا۔ مارٹن نے چلّا کر کہا، "باب، میں جنوبی راس کی طرف پہنچ کر کشتی ساحل سے لگانے کی کوشش

کروں گا۔ تم دوڑ کر ادھر پہنچو اور مجھ سے ملو۔"

جنوبی راس، زمین کا ایک لمبا سرا تھا جو بندرگاہ کے جنوب میں دُور تک سمندر میں چلا گیا تھا۔ عام موسمی حالات میں بندرگاہ سے نکل کر خلیج میں ہوتے ہوئے اس مقام تک کشتی سے پہنچنا خطرناک کام نہیں تھا لیکن طوفانی ہوا میں یہ سفر کافی خطرناک ہو سکتا تھا۔

باب نے جیسے ہی مارٹن کی آواز سنی وہ جہاز سے کُود کر جنوبی راس کی طرف پیدل دوڑ پڑا۔ وہ مقام یہاں سے چار میل دُور تھا۔ اس عرصے میں جہاز کے ملاح اپنے خشکی پر چڑھتے ہوئے جہاز کو قابو میں رکھنے کے لیے اتنے مصروف تھے کہ انھیں لڑکوں کی حرکات کا کوئی علم نہ ہوا۔

موسم اور بھی طوفانی ہو گیا۔ اُفق سے کالے بادل دھوئیں کی طرح ابھرے۔ ہوا اتنی تیزی ہو گئی کہ مارٹن جنوبی راس کی طرف کشتی کا رُخ برقرار نہ رکھ سکا۔ حالاں کہ وہ اپنی پوری قوّت سے واحد پتوار چلا رہا تھا، لیکن اسے جلد ہی احساس ہو گیا کہ وہ کھلے سمندر کی طرف کھنچتا چلا جا رہا ہے۔ وہ کشتی کا رُخ صحیح رکھنے کی دیوانہ وار کوشش کرتا رہا، یہاں تک کہ بے دم ہو گیا اور تھک کر گر پڑا۔ تیز و تند لہریں کشتی میں لیٹے ہوئے مارٹن پر سے گزرنے لگیں۔ ہواؤں اور چڑھتے پانی کے ریلوں کی وجہ سے وہ تیزی سے کھلے سمندر میں بہت دور پہنچ گیا۔ جب اس کا خوف زدہ دوست باب بھاگتا ہوا جنوبی راس پر پہنچا تو کشتی دُور اُفق پر ایک نقطے کی طرح دکھائی دے رہی تھی!

باب فوراً بھاگتا ہوا بندرگاہ پر واپس آیا۔ اس نے بہت کوشش کی لیکن کسی ملاّح میں اتنی جرأت نہ ہوئی کہ طوفانی سمندر میں کشتی ڈال کر مارٹن کی تلاش میں روانہ ہوتا۔

فائر فلائی ابھی بندرگاہ میں موجود تھا۔ باب دوڑ کر اس جہاز میں گیا

اور جلدی جلدی بارنی سے سارا واقعہ
بیان کیا۔ بارنی نے اس سے بہت
سے سوالات کیے۔ اس نے قطب
نما کے ذریعے اس مقام کو نوٹ کیا جہاں
پر مارٹن غائب ہوا تھا۔ جب جہاز
روانہ ہوگیا تو بارنی مستول کے سب
سے اونچے ستون پر چڑھ گیا اور افق
پر کشتی کی تلاش میں نظریں جمادیں۔

شام کا اندھیرا پھیلنے لگا۔ بارنی
ناامید ہونے لگا اس کو میلوں تک

ابلتا ہوا سمندر نظر آرہا تھا یا جھاگ اڑاتی ہوئی غضب ناک لہریں۔
یکایک اُسے کچھ نظر آیا۔ اس نے جہاز کے انجن پر بیٹھے ہوئے آدمی کو چیخ کر ایک حکم دیا۔ اُس نے جہاز کا رُخ تبدیل کر دیا۔
جب جہاز مُڑنے لگا تو بارنی رسّے کے سہارے پھسل کر مستول سے اترا اور عرشہ پر آگیا۔ اُسے بہت دُور ایک اُلٹی ہوئی کشتی نظر آئی، لیکن اُس پر سے کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ تھوڑی دیر بعد کشتی پھر نظر آئی، لیکن اس دفعہ بھی، کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ الٹی ہوئی کشتی سے کوئی سیاہ وجُود چپکا ہُوا ہے۔
اب جہاز کشتی کے قریب پہنچ گیا تھا۔ بارنی نے چیخ کر حکم دیا،
"ایک کشتی نیچے اتار دو" اور یہ کہتے ہوئے اس نے سمندر میں چھلانگ لگادی حفاظتی کشتی سمندر میں اتاری گئی اور کئی ملّاح اُسے کھیتے ہوئے، مارٹن کی کشتی کی طرف بڑھے۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر بارنی اور مارٹن جہاز پر بحفاظت اُتر گئے اور جہاز اپنے راستے پر روانہ ہوگیا۔
جب مارٹن ہوش میں آیا تو پہلے اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کہاں ہے ایک چہرہ اس پر جھکا ہوا، پریشان نظروں سے دیکھ رہا تھا، یکایک وہ مسکرانے لگا۔
لڑکے، مجھے بڑی خوشی ہے کہ میں نے تمھیں مچھلیوں کی خُوراک بننے سے بچالیا، اب تم ہمارے ساتھ جنوبی سمندروں کی طرف جارہے ہو، اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔"
مارٹن نے اٹھنے کی کوشش کی، لیکن بارنی نے اُسے لٹا دیا اور اس کے جسم کے گِرد خوب کس کر کمبل لپیٹ دیا۔
"لڑکے تم میری کیبن میں رہو۔ جب تک بدن گرم نہ ہو جائے، لیٹے رہو۔"
مارٹن نے کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن بولنے میں کام یاب نہ ہوا۔
بارنی نے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا، میرا خیال ہے کہ تم بہت

سے سوالات پوچھنا چاہتے ہو۔ میں تمھیں مختصر بتاتا ہوں کہ تم کس طرح بچا لیے گئے اور کیپٹن اب تمھیں گولڈ کوسٹ پہنچنے سے پہلے زمین پر نہیں اتار سکتا۔" وہ اگر چاہتا بھی تو واپس نہیں لوٹ سکتا تھا۔ ایک بات اور بھی ہے جہاز پر اپنی ماتحتی میں کام کرنے کے لیے اُسے ایک چُست و چالاک لڑکے کی ضرورت

بھی تھی۔

ایک دو گھنٹے کے بعد مارٹن کی حالت درست ہو گئی۔ لیکن چچی جان کے بارے میں سوچ سوچ کر وہ پریشان ہو رہا تھا۔ اسے ان کی محبت اور اپنے وعدے یاد آرہے تھے۔

جب مارٹن کپتان کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے درخواست کی کہ مجھے کشتی کے ذریعے واپس بھیج دیا جائے۔ اس نے یہ بھی دھمکی دی کہ "اگر واپس نہ بھیجو گے تو کھوپڑی توڑ کر تمھارا بھیجا نکال دوں گا۔"

اس پر کپتان مسکرایا اور کہنے لگا " سارا کیا دھرا تمھارا ہے۔ میں کیا کر سکتا ہوں؟ ایسے طوفانی موسم میں کسی کو کشتی میں نہیں اُتارا جا سکتا۔ تمھیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ جان بچ گئی۔ مجھے تو کوئی خزانہ بھی دے تو میں بندرگاہ کو واپس نہیں جاؤں گا۔"

مارٹن نے اپنا منہ دیوار کی طرف کر لیا اور سسکیاں لینے لگا۔

آب دوز شکن ہتھیار

سمندر کی سطح پر موجود آب دوز کو عام ہتھیاروں سے بھی تباہ کیا جا سکتا ہے لیکن زیرِ آب آبدوزوں کو خاص قسم کے ہتھیاروں سے تباہ کیا جاتا ہے جن میں آبی توپیں، آب دوز سُرنگیں اور تارپیڈ خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ اکثر ملکوں کے پاس آب دوز شکن بحری جہاز موجود ہوتے ہیں جو مذکورہ بالا ہتھیاروں سے لیس ہوتے ہیں۔ ہوائی جہازوں کے ذریعے سے بھی آب دوزوں کو تباہ کرنے کا طریقہ آزمایا گیا ہے، لیکن یہ طریقہ زیادہ حوصلہ افزا ثابت نہیں ہوا۔ آب دوز شکن گولے تقریباً ایک ہزار فٹ کی گہرائی تک کارروائی کر سکتے ہیں۔ آب دوز کشتی کو تباہ کرنے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ آب دوز کا پتا چلانے کے لیے خاص قسم کے ریڈار بنائے گئے ہیں۔ سونار نامی ایک آلہ دوسری جنگ عظیم میں آب دوزوں کا سُراغ لگانے کے لیے سب سے زیادہ استعمال کیا گیا۔ پانی میں آب دوز کی حرکت سے تھرتھراہٹ پیدا ہوتی ہے اور لہریں دور دور تک تھرتھراہٹ کی آواز لے جاتی ہیں۔ سونار ان لہروں سے متاثر ہو کر خطرے کا الارم بجا دیتا ہے۔ اس کی مدد سے میل ڈیڑھ میل کے فاصلے پر موجود آب دوز کا پتا لگایا جا سکتا ہے۔

(مُرتّب: محمد اعجاز خان لون، حیدر آباد)

اِسکول جا رہا ہوں

قمر ہاشمی

ہر روز منھ اندھیرے اُٹھتا ہوں سب سے پہلے
اِسکول کی کتابیں کمرے سے لا رہا ہوں
اِسکول جا رہا ہوں

بستے میں ہیں کتابیں موقوف ساری باتیں
ہوں اپنی سائیکل پر پیڈل گھما رہا ہوں
اِسکول جا رہا ہوں

اِک شوق، اِک لگن ہے دل اِس طرح مگن ہے
جیسے کوئی خوشی ہو کچھ گنگنا رہا ہوں
اِسکول جا رہا ہوں

پڑھ کر بڑا بنوں گا کچھ کر کے ہی رہوں گا
میں علم کی محبّت سینے میں پا رہا ہوں
اِسکول جا رہا ہوں

وطن

غنی دہلوی

آؤ وطن کے نغمے گائیں
مل کر اس کی شان بڑھائیں
ذرّہ ذرّہ اس کا نگیں ہے
اس کا ہر انداز حسیں ہے
دریا، باغ، پہاڑ اور وادی
جنّت کی گویا شہ زادی
اس کی راہیں روشن روشن
چاند ستارے اس کا دامن
اس کے سورج چاند ستارے
سب نے زمیں کے کام سنوارے
اس نے ہم کو عزّت بخشی
عزّت بخشی عظمت بخشی
کتنی اچھّی پاک زمیں ہے
ماہ لقا ہے، ماہ جبیں ہے
اللہ اس کو قائم رکھّے
دل سے دعا ہے دائم رکھّے

جاگو جگاؤ

ہمدرد انسائیکلوپیڈیا
نونہالانِ وطن کے لیے

پیارے بچو! جاگو جگاؤ، علم حاصل کرو اور علم کی شمع ہاتھ میں لے کر دوسروں تک علم کی روشنی پہنچاؤ۔ علم حاصل کرنا اور دوسروں تک علم کی روشنی پہنچانا بڑا مقدس فریضہ ہے۔

حکیم محمد سعید

س : سنا ہے افریقہ میں ایک سانپ نہایت زہریلا ہوتا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس سانپ کے بارے میں کچھ روشنی ڈالیے۔

احسن سعید، کراچی

ج : افریقہ کے چھوٹے شکاری جانوروں میں درختوں پر رہنے والے کئی اقسام کے سانپوں کا شمار بھی ہوتا ہے۔ یہ سانپ بے حد زہریلے ہوتے ہیں۔ ان میں ایک سانپ جیسے بوم سلنگ (BOOM SLANG) کہا جاتا ہے نہایت مہلک ہوتا ہے۔ عموماً یہ سانپ درخت کی شاخوں اور پتوں پر چھپا بیٹھا رہتا ہے تاکہ اس درخت پر آنے والی چھوٹی چھوٹی چڑیوں، گلہریوں، چھپکلیوں وغیرہ کا شکار کر سکے۔ جب یہ چھوٹے چھوٹے پرندے اور جانور اُن شاخوں پر آکر بیٹھتے ہیں جہاں یہ خطرناک پتلا اور چھ فیٹ لمبا سانپ چھپا بیٹھا ہوتا ہے تو یہ اُن پر بڑی خاموشی سے اُس وقت تک نظر جمائے رکھتا ہے جب تک ان میں سے کوئی جانور یا پرندہ اس کی گرفت میں نہ آجائے۔ جب اسے اندازہ ہو جاتا ہے کہ شکار اس کی پہنچ کے اندر ہے تو وہ بجلی کی سی تیزی سے جھپٹ کر اُن کو پکڑ لیتا ہے۔ بوم سلینگ کی جھپٹ میں اس قدر تیزی ہوتی ہے کہ چڑیا کے لیے پَر کھولنا تو درکنار سنبھلنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ بیّے اور اس کے انڈے اور بچّوں کو پکڑ کر کھانا بُوم سلینگ کے لیے بہت آسان ہے۔ جس درخت پر بیّے کا گھونسلا ہوتا ہے۔ یہ سانپ اس درخت پر کہیں نہ کہیں ضرور چھپا ہوتا ہے۔ یہ بیّا اپنا گھونسلا، اور چڑیوں کے مقابلے میں بالکل مختلف طریقے سے بناتا ہے۔ عام چڑیوں کے گھونسلے اوپر سے کھُلے ہوتے ہیں مگر بیا خود کو اور اپنے انڈے بچّوں کو چیل کوّوں سے بچانے کے لیے ایسا گھونسلا بناتا ہے جس میں آنے جانے کا راستہ نیچے کی طرف ہوتا ہے اس سے اسے اگر فائدہ بھی ہوتا ہے تو ساتھ نقصان بھی ہے۔ گھونسلے کی یہی بناوٹ بیّے کی بدقسمتی کا باعث بن جاتی ہے۔ عام چڑیاں کسی خطرے کے وقت اپنے گھونسلے سے پھُر سے اُڑ جاتی ہیں مگر جب بُوم سلینگ بیّے کے گھونسلے میں مُنھ ڈالتا ہے تو بیّے اور اُس کے بچّوں کے لیے باہر نکلنے کا کوئی راستہ باقی نہیں رہتا اس لیے غریب چڑیا اور اس کے بچّے لاچار ہو کر پھڑپھڑاتے رہ جاتے ہیں اور یہ سانپ بڑی بے فکری سے گھونسلے میں ان سب کو ایک کے بعد ایک نگل جاتا ہے۔

س: براہ کرم آپ ہمیں بتائیں کہ ہمارے پیٹ میں آنتیں کیوں بولتی ہیں؟

مرسلہ: محمد اقبال، سرکانہ حویلی لال۔ ضلع جھنگ

ج: مثل مشہور ہے "انتڑیاں 'قُل ہو اللہ' پڑھ رہی ہیں۔" یعنی جب پیٹ خالی ہوتا ہے اور بھوک شدّت سے لگتی ہے تو آنتیں بولتی ہیں اور غذا طلب کرتی ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ آنتیں جب خالی ہو جاتی ہیں تو اُن میں ہوا کی موجودگی نیز ایک جگہ سے دوسری جگہ اس کا حرکت کرنا مختصر آوازوں کا سبب بنتا ہے۔ ہم اُسے آنتوں کا بولنا کہتے ہیں۔ آپ نے تجربہ کیا ہوگا کہ اگر پیٹ بھرا ہو تو یہ آوازیں نہیں آتیں یا بہت کم آتی ہیں۔ زیادتی ہر چیز کی بُری ہے۔ اگر یہ آوازیں بہت زیادہ ہو جائیں تو کسی معالج سے مشورہ کر لینا چاہیے۔

س: خُردبین کس نے ایجاد کی؟ کیا وجہ ہے کہ اس سے ہمیں چھوٹی چیزیں بڑی نظر آتی ہیں؟

ملک عبدالرزاق، نواب شاہ

ج: خُردبین کی ابتدا اس وقت ہوئی جب کانچ کا لینس یا عدسہ ایجاد ہوا جیسا آپ نے گھڑی سازوں کو استعمال کرتے دیکھا ہوگا۔ اس بات کو کوئی سات سو سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ تیرھویں صدی میں اوجر بیکن نے سائنسی تحقیقات میں اس کی ضرورت محسوس کی۔ یہیں سے عینک میں استعمال ہونے والے شیشوں کی ابتدا ہوئی لیکن دو تین سو سال کا عرصہ یونہی گزر گیا اور کہیں سولہویں صدی میں جا کر کچھ ترقی ممکن ہو سکی۔ ۱۵۹۰ء میں ایک شخص جینسن نے بہتر قسم کی دوہری خردبین تیار کی۔

کانچ کے بنے ہوئے اس مُحدّب عدسے میں یہ صفت ہوتی ہے کہ وہ روشنی کی شعاعوں کو خم دے کر ایک نقطے پر مرکوز کر دیتا ہے۔ مقعر عدسہ کسی ایک نقطے سے آنے والی شعاعوں کو چاروں طرف منتشر کر دیتا ہے۔ سادہ خردبین میں مُحدّب عدسہ استعمال کیا جاتا ہے جو کناروں پر پتلا اور بیچ میں موٹا ہوتا ہے۔

س: اگر سورج پورا گرہن نہیں ہوتا تو چاند پورا سیاہ کیوں نظر نہیں آتا؟ صرف وہی حصّہ کیوں نظر آتا ہے جو سورج کے سامنے ہوتا ہے؟

آنسہ خورشید بانو، کراچی

ج: سورج پورا گرہن ہوتا تو ہے، فرق صرف یہ ہے کہ وہ زمین پر کسی ملک یا جگہ سے نظر آتا ہے۔ ہر جگہ سے پورا سورج گرہن نظر نہیں آئے گا۔ فلکیات کے ماہر پہلے سے اندازہ لگا لیتے ہیں کہ پورا سورج کس جگہ سے گرہن ہوتا دکھائی دے گا۔ وہ پہلے سے وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ بعض اوقات یہ جگہ سمندر کا کوئی جزیرہ ہوتی ہے۔ آپ پہلے یہ سمجھ لیجیے کہ سورج اور چاند کیوں اور کیسے گرہن ہوتے ہیں؟ ہم آپ کو بتاتے ہیں۔

آپ کو یہ بات معلوم ہو گی کہ ہماری زمین سورج کے چاروں طرف گھومتی ہے اور چاند زمین کے چاروں طرف گردش کرتا ہے۔ ان گردشوں کے دوران کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چاند ہماری زمین اور سورج کے درمیان آجاتا ہے۔ چوں کہ چاند ہم سے صرف ڈھائی لاکھ میل دور ہے اور سورج کا فاصلہ ۹ کروڑ تیس لاکھ میل ہے اس لیے کبھی کبھی چاند جو سورج کے مقابلے میں بہت چھوٹا ہے۔ ہم سے قریب ہونے کی وجہ سے سورج کی پوری سطح کو ڈھانپ لیتا ہے اور ہمیں پورا سورج سیاہ معلوم ہوتا ہے۔ اسی کو پورا سورج گرہن کہتے ہیں۔ اگر چاند سورج کے صرف تھوڑے حصّے کو ڈھانپ لے تو پورا سورج گرہن نہیں ہوگا اسے ہم جزوی گرہن کہیں گے۔

کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ زمین بیچ میں ہوتی ہے اور سورج اس کے ایک طرف ہوتا ہے اور چاند دوسری طرف۔ چوں کہ روشنی سورج سے آتی ہے، اس لیے ایسے موقع پر زمین کا سایہ چاند پر پڑ جاتا ہے اور وہ سیاہ نظر آتا ہے، کبھی پورا اور کبھی آدھا یا چوتھائی۔ اسے چاند گرہن کہتے ہیں۔

س: انسانی جسم پر برقی رَو کس طرح اثر کرتی ہے؟

محمد صدیق احمد، سرگودھا

ج: برقی رَو، برقی پریشر یا دباؤ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اسی لیے بجلی پہنچانے کے لیے دو

دو تار استعمال کیے جاتے ہیں۔ ایک میں مُثبت برقی بار ہوتا ہے اور دوسرے میں منفی۔ ایک اور بات جو ہمیں یاد رکھنی چاہیے وہ یہ ہے کہ ہماری زمین زیادہ سے زیادہ بجلی لینے کے لیے ہر وقت تیار رہتی ہے۔ اس کے علاوہ انسانی جسم بھی برقی رَو کا بڑا اچھا موصل ہوتا ہے یعنی برقی رَو ہمارے جسم میں سے گزر کر فوراً زمین میں اُترنے کی کوشش کرتی ہے۔ ہمارا دل اتنے زبردست برقی دَباؤ کا مقابلہ نہیں کرسکتا اس لیے بجلی لگتے ہی زور کا جھٹکا محسوس ہوتا ہے اور اس بات کا خطرہ رہتا ہے کہ انسان مرجائے گا۔ بجلی کے آلات استعمال کرتے وقت ہمیں احتیاط سے کام لینا چاہیے۔

س: کیا آپ وضاحت سے بتائیں گے کہ "ریڈیو ٹیلے اسکوپ" کیا ہوتی ہے اور کیسے کام کرتی ہے؟

محمد زکریا۔ منی تترال

ریڈیو ٹیلسکوپ یا ریڈیائی دُوربین اُس بلند اور بھاری بھرکم آنے کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے دُوردراز کے ستاروں اور اُن کے جھرمٹوں کا پتالگایا جاتا ہے۔ اس آلے کی مدد سے نظر تو کچھ نہیں آتا لیکن دُور دراز سے آنے والے سگنل بڑی سہولت اور آسانی سے وصول کیے جاتے ہیں اور ان کا مطلب سمجھا جاسکتا ہے۔ اس آلے کی شکل ایک بہت بڑے پیالے کی سی ہوتی ہے اور راڈر کے اصول پر اس میں بہت سے ایریل لگائے جاتے ہیں جو وائرلیس لہریں موصول کرتے ہیں۔ ان لہروں کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہوتی ہے اور یہ پورا آلہ اُنھیں کی مدد سے کام کرتا ہے۔ چوں کہ یہ آلہ علمِ ہیئت میں استعمال کیا جاتا ہے اس لیے اس کو ریڈیو ٹیلے اسکوپ کہتے ہیں۔ اور اس نے سائنس کی ایک نئی شاخ کو جنم دیا ہے جو "ریڈیو ایسٹرونومی" یا "ریڈیائی ہیئت" کہلاتی ہے۔ اب ریڈیو ٹیلیسکوپ کے ذریعہ سے وہ معمّے حل کیے جا رہے ہیں جو معمولی دُوربین کے بس کے نہ تھے۔

بڑھتی عمر اور مضبوط تر دانت

صحیح نشوونما کے لئے غذا کو اچھی طرح چبانے اور اس کو ہضم کرنے کی قوت بے حد ضروری ہے۔ لیکن خود اس کا دار و مدار مضبوط اور صحت مند دانتوں پر ہے۔ دانت اُسی وقت مضبوط، صحت مند اور خوبصورت رہ سکتے ہیں جب ان کی صحت اور صفائی کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔

عمدہ دانت زندگی بھر کے ساتھی ہوتے ہیں۔

اُن کی پوری پوری حفاظت ہمدرد منجن سے کیجئے۔ ہمدرد منجن گہرائی تک پہنچ کر ان کی صفائی کرتا ہے۔ دانتوں کو کیڑا لگنے سے بچاتا ہے۔ مسوڑھوں کی مالش کرتا ہے اور مُنہ کی بدبو کو دور کرتا ہے۔ اس کی ہلکی ہلکی ٹھنڈک اور خوشبو بڑی دلپسند ہے۔

ہمدرد منجن

مسکراہٹ میں کشش اور دانتوں میں سچے موتیوں کی چمک پیدا کرتا ہے۔

ہمدرد

ہمدرد دواخانہ (وقف) پاکستان

کراچی — لاہور — راولپنڈی — پشاور

ہدایت کار صاحب! مجھے تو تیرنا نہیں آتا
میں کیسے کُود جاؤں؟
تُم فکر نہ کرو، بس کُود جاؤ، یہ میری
فلم کا آخری سین ہے

اَخبارِ نونہال

صِرف ایک گھنٹے میں

ایک اندازے کے مُطابق دُنیا میں ہر گھنٹے میں ایک کروڑ ۹ لاکھ خطوط لکھے جاتے ہیں۔ دُنیا میں ایک گھنٹے میں سترہ ہزار موٹریں تیار کی جاتی ہیں۔ ایک گھنٹے میں تقریبًا ۴۶۰۰ مرد، عورتیں اور بچّے اس دُنیائے فانی سے گزر جاتے ہیں۔ صرف ایک گھنٹے میں ساری دُنیا میں شائع ہونے والے اخباروں کا وزن ۱۹۰۰ ٹن بتایا جاتا ہے۔ ایک گھنٹے میں دنیا بھر میں تقریبًا ۳۵۰۰ ہزار جانور تفریحًا شکار کیے جاتے ہیں۔ پوری دُنیا میں ہر گھنٹے میں ۱۱۵۰۰۰ تار بھیجے جاتے ہیں اور تقریبًا ۹۳۰۰۰۰۰۰۰ ٹیلے فون کیے جاتے ہیں۔ ہر گھنٹے میں ساری دُنیا کے آدمی ۱۰۰۰۰۰۰ من کھانا کھاتے ہیں۔ ہر گھنٹے میں دنیا میں تمام آدمی تقریبًا ۹۰۰۰۰۰۰۰ میل سفر کرتے ہیں۔

مرسلہ: اخلاص احمد مرزا، کراچی

عجیب درخت

امریکا میں بعض درختوں کی ایسی قسمیں پائی جاتی ہیں جو اپنی حفاظت کے لیے باقاعدہ فوج تیار کرتی ہیں۔ یہ درخت اپنی شاخوں یا پتّوں کی ڈنڈیوں کے قریب چھوٹی چھوٹی تھیلیوں میں مٹھاس جمع کر لیتے ہیں۔ اس شیرہ نما مٹھاس کے لالچ میں چیونٹیاں ان تھیلیوں پر ٹوٹ پڑتی ہیں اور ان کے گرد مستقل ٹھکانے بنا لیتی ہیں۔ ان درختوں کے پتّے بہت نرم اور نازک ہوتے ہیں۔ ٹڈّے اور جھینگر وغیرہ ان کے بے حد رَسیا ہوتے ہیں۔ وہ اوپر چڑھ کر پتّوں کو کھانا چاہتے ہیں لیکن راستے میں چیونٹیوں کی فوج ان کا راستہ روک لیتی ہے اور اس طرح انھیں

دوبارہ اس طرف آنے کی ہمت نہیں پڑتی۔

مرسلہ: ممتاز خالق، اسکندر آباد، میانوالی

انتہائی گرم درجۂ حرارت

انتہائی گرم درجہ حرارت میں زندہ رہنے کے تجربات ایک عرصے سے ہو رہے ہیں۔ ۱۹۵۰ء میں برطانوی فضائیہ کے چند نوجوانوں نے دس منٹ تک ایک ایسے کمرے میں رہ کر عالمی ریکارڈ قائم کیا تھا جس کا درجۂ حرارت ۲۲۰ فارن ہیٹ تھا۔ حال ہی میں امریکی محکمہ موسمیات کے چار رضا کاروں نے تمام کپڑے اتار کر ۴۰۰ درجہ فارن ہیٹ کے ایک کمرے میں پانچ منٹ گزارے وہ بھیڑ کا ایک بچہ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ جب باہر نکلے تو وہ پوری طرح بھلا چنگا تھا۔ چناں چہ انھوں نے یہ عالمی ریکارڈ قائم کیا۔

مرسلہ: سہیل سفیر، لائل پور

چالاک تاجر

۱۸۶۱ء میں گرانٹ نامی ایک شخص نے اخبار کی ایک معمولی سی خبر سے دو لاکھ ۲۵ ہزار منافع کمایا۔ لندن ٹائمز میں یہ خبر شائع ہوئی کہ شہزادہ البرٹ عنقریب مرنے والا ہے۔ گرانٹ نے خبر پڑھتے ہی لندن اور اس کے گرد نواح میں واقع تمام دکانوں سے کالی کریپ کے تمام ذخیرے خرید لیے۔ چند روز بعد شہزادہ البرٹ مرا تو گرانٹ لندن میں سیاہ رنگ کے تمام کپڑے کا بلا شرکت غیرے مالک تھا لوگوں کو شہزادے کا سوگ منانے کے لیے سیاہ کپڑے، بلے اور بیج درکار تھے۔ مجبوراً انھیں گرانٹ سے منھ بولی قیمت کے عوض سیاہ کپڑا خریدنا پڑا اور اس طرح گرانٹ نے ایک ہی دن میں اپنی چالاکی اور ہوشیاری کی بدولت ۲ لاکھ ۲۵ ہزار رُپے کا منافع کمایا۔

مرسلہ: عامر ذکی، کراچی

طاقت کا استعمال

مشہور خلیفہ مُعتصِم باللہ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ بہت طاقت ور تھا۔ درہم کا سِکّہ ہاتھ میں لے کر انگوٹھے سے مَسلتا تو اس پر بنے ہوئے نقش مٹ جاتے تھے۔ حکیم مومن خان دہلوی کے شاگرد مرزا محمود بیگ راحت نے اپنی کتاب "نتائجُ المعانی" میں لکھا ہے کہ دہلی کے نواح میں بھی ایک بڑا طاقت وَر زمیں دار رہتا تھا۔ ایک روز وہ کسی تقریب میں نواب محمد میر خان کے پاس حاضر ہوا۔ نواب صاحب خود بھی بڑے طاقت ور انسان تھے۔ انھوں نے اس زمیں دار کی قوت کے بارے میں سُن رکھا تھا۔ اُس زمانے کی رسم کے مُطابق جب زمیں دار نے انھیں سلام کر کے ایک رُپیہ نذر کے لیے پیش کیا تو انھوں نے رُپیہ ہاتھ میں لے کر انگوٹھے سے ایسا مَلا کہ اُس کے سارے نقش مٹ گئے۔ نواب صاحب نے رُپیہ زمیں دار کو لوٹاتے ہوئے کہا، "کھوٹا رُپیہ نذر کرتے ہو۔" زمیں دار سمجھ گیا کہ نواب صاحب میری قوت دیکھنا چاہتے ہیں۔ رپیہ کو کلمے اور بیچ کی انگلی میں رکھ کر ایسا انگوٹھا مارا کہ دو ٹکڑے ہو گیا۔ اور بولا،

"حضور دیکھ لیجیے، رُپیہ کھرا ہے۔" نواب صاحب خوش ہوئے اور اسے انعام دے کر رخصت کیا۔ لیکن جب ان کے والد نے یہ بات سُنی تو سخت ناراض ہوئے اور بولے،

"اپنی اس قوت کو رُپے کے نقش مٹانے میں استعمال کرنے کے بجائے زمانے کی خرابیوں کو دُور کرنے پر لگانا چاہیے۔ طاقت ایک نعمت ہے لیکن عقل مند انسان اسے اچھے مقصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ قوت کھیل تماشے کے لیے نہیں ہوتی۔ اس سے اہم اور مفید کام کرنے چاہئیں۔"

کتاب "نتائجُ المعانی" میں اس قسم کے بہت سے دل چسپ، سبق آموز اور پُر لطف قصّے لکھے ہیں۔

علی ناصر زیدی

شہابِ ثاقِب

شاید آپ نے اخباروں میں پڑھا ہو اور ریڈیو اور ٹیلے وژن پر سُنا ہو گا کہ حال ہی میں افریقہ کی ریاست مالاگاسی میں ایک بہت بڑا شہابِ ثاقِب گرا۔ یہ بھی سُنا گیا تھا کہ جب یہ شہاب مَدار میں داخل ہوا تو اُس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک تو ہوا میں جل گیا اور دوسرا زمین پر گرا۔

شہاب کیا ہوتا ہے؟

شاید آپ نے سوچا ہو کہ شہاب کیا ہوتا ہے اور آسمان سے ہماری زمین پر کیسے گر جاتا ہے؟ آج ہم آپ کو شہاب کی کہانی سُناتے ہیں: گرمیوں کی صاف راتوں میں باہر بستر پر لیٹے لیٹے شاید آپ نے دیکھا ہو کہ آسمان سے ایک تارا ٹوٹا اور ایک طرف روشنی کی ایک تیز لکیر چھوڑتا ہوا غائب ہو گیا۔ ہم آپ کو بتائیں کہ یہ تارا نہیں ہوتا۔ ستارے تو اپنی اپنی جگہ بہت بڑے بڑے سُورج ہیں اور ہم سے دُور، بہت ہی دُور واقع ہیں۔ یہ روشنی کو لکیر بنانے والی چیز شہاب ہوتی ہے۔

شہاب ٹھوس دھات اور پتھر کے بنے ہوتے ہیں اور کائنات میں اِدھر اُدھر مارے پھرتے ہیں۔ زمین سُورج کے چاروں طرف گھُومتی ہے اور اگر کوئی شہاب اس کے پاس سے گزرتا ہے تو وہ اُسے اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ جیسے ہی یہ جسم زمین کی طرف گرتا ہے تو ہوا سے رگڑ کھا کر چالیس میل کی اُونچائی پر ہی جل بھُن کر خاک ہو جاتا ہے اور یہ اچھا بھی ہے۔ کیوں کہ اگر اتنا بڑا جسم ہمارے سر پر یا ہماری کسی عمارت پر گر جائے تو ظاہر ہے کہ بڑی تباہی مچ جائے۔ اِس طرح ہَوا کا غلاف ہمارے لیے ایک حفاظتی دیوار کا کام کرتا ہے۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ شہاب مکمل طور پر جل بھُن کر راکھ نہیں ہوئے اور زمین پر

آ گرے جیسا کہ یہ شہاب افریقہ کی ریاست مالاگاسی میں گرا ہے۔ جب زمین نے اپنی کشش سے اُسے اپنی طرف کھینچا اور اُس نے ہوا سے رگڑ کھائی تو گرمی کی وجہ سے وہ ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا جل کر ختم ہو گیا اور دوسرا زمین پر گر پڑا۔

دُوسری دُنیاؤں کے پتھر

پُرانے زمانے میں لوگ شہاب کی اصل وجہ نہیں سمجھتے تھے۔ اُسے ٹوٹا ہوا تارا کہتے تھے اور اُس سے ڈرتے تھے۔ اب شاید آپ یہ پوچھیں کہ شہاب میں ہوتا کیا ہے؟

دُنیا کے بہت سے عجائب گھروں میں شہاب موجود ہیں جو دُنیا کے مختلف مُلکوں میں پڑے پائے گئے۔ سائنس دانوں نے انھیں دیکھا اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ شہاب میں تقریباً وہی دھاتیں اور چٹانی مادّہ پایا جاتا ہے جو ہماری زمین پر پایا جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ کائنات میں ہماری زمین جیسی اور دنیائیں بھی موجود ہیں۔

ہماری زمین پر ہر روز جتنے شہاب یا ان کے ٹکڑے گرتے ہیں اُن کا اندازہ لگانا مشکل ہے، کیوں کہ وہ سب کے سب ہوا کے ساتھ رگڑ کھا کر جل بھُن کر راکھ ہو جاتے ہیں۔ لیکن وہ دُوربین سے صاف نظر آتے ہیں۔ سائنس دانوں نے حساب لگایا ہے کہ ہر چوبیس گھنٹوں میں تقریباً ڈھائی کروڑ شہاب ہُوا کے اُس غلاف میں داخل ہوتے ہیں جو ہماری زمین کے چاروں طرف لپٹا ہوا ہے۔

شہاب اچھا خاصا بڑا جسم ہوتا ہے۔ آپ کو رات کے وقت جو ٹوٹا ہوا تارا نظر آتا ہے وہ دَراصل شہاب کے جلنے سے پیدا ہونے والی تیز روشنی ہوتی ہے اور ہم سے تقریباً ستر میل دُور ہوتی ہے۔ سائنسی آلات سے پتا چلا ہے کہ اُس وقت شہاب کی رفتار پون میل فی سیکنڈ یعنی دو ہزار سات سَو میل فی گھنٹہ ہوتی ہے۔ اس زبردست رفتار کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ شہاب ہوا کے ساتھ رگڑ کھا کے جل بھُن کر راکھ ہو جاتا ہے، کیوں کہ اُس کا ٹمپریچر بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ہمارا زمین پر رہنا مشکل ہو جائے۔

پُرانے شہاب

بہت کم شہاب ہماری زمین پر صحیح سالم پہنچتے ہیں۔ اگر آتے بھی ہیں تو ٹکڑے ہو کر۔ ایسا

ایک اِتّفاق کینیڈا اور امریکا میں ۱۹۱۳ء میں پیش آیا تھا۔ اُس سال وہاں اتنے شہاب گرے کہ ان کا شور دُور دُور تک سُنائی دیا اور لوگ خوف سے دم بخود ہو گئے۔ اس سے پہلے ۱۸۰۶ء میں شروپ شائر میں ایک بہت بڑا شہاب گرا تھا جو اس وقت برٹش میوزیم یعنی برطانیہ کے عجائب گھر میں موجود ہے۔

چھوٹے شہاب

چھوٹے شہابیوں میں پتھر کے علاوہ تقریباً دس فی صد نِکل بھی شامل ہوتا ہے۔ بعض اوقات اُن میں پلے ٹینم، سونا اور ہیرا بھی مِلا ہے۔ یہ ذکر دل چسپی سے خالی نہ ہوگا کہ انسان نے سب سے پہلے شہابوں کا لوہا ہی استعمال کیا تھا۔ زمین سے لوہا نکالنے کا فن تو انسان نے بعد میں سیکھا۔

سو سال سے زیادہ عرصے سے سائنس دان شہابوں کا باقاعدہ ریکارڈ رکھ رہے ہیں کہ کس دِن کس جگہ کوئی بڑا شہاب گرا۔ اس سے پہلے تو ہر شخص ڈرتا ہی تھا۔ کچھ سمجھ آئی تو لوگ یہ کہنے لگے کہ یہ اجسام آتش فشاں پہاڑوں سے نکلتے ہیں۔ اب ہم جانتے ہیں کہ اُن کا آتش فشاں پہاڑوں سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ تو باہر سے آتے ہیں۔

بڑے شہاب

دُنیا میں اب تک جتنے بڑے شہاب گرے ہیں ان میں گرین لینڈ کے شہاب کا ذِکر سب سے پہلے آتا ہے۔ ایڈمرل پیری نامی ایک بحری فوج کا افسر ۱۸۶۷ء میں وہاں گیا تو گرین لینڈ سے اس شہاب کو اپنے ساتھ لایا۔ اُس کا وزن چھتیس ٹن تھا۔ جب وہ گرا ہوگا تو یقیناً اس سے بھی بڑا اور بھاری ہوگا۔

امریکا میں سب سے بڑا شہاب اوریگن میں ۱۹۰۲ء میں دریافت کیا گیا تھا۔ اُس کا وزن ۱۴ ٹن سے زیادہ تھا۔ بڑے شہابوں میں اُس کا شمار چوتھے نمبر پر ہوتا ہے لیکن جب وہ گرا ہوگا تب اُس کا وزن کہیں زیادہ ہوگا، کیوں کہ موسموں کے اثرات سے شہابوں کی جسامت کافی کم ہو جاتی ہے

دُنیا کا سب سے بڑا شہاب

دُنیا کا سب سے بڑا شہاب غالبًا وہ تھا جو امریکا کے ریگستان اریزونا میں گِرا تھا اور کسی کو معلوم نہیں کہ کب؟ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس زبردست شہاب کے گرنے سے تیس کروڑ ٹن مٹّی اور چٹانی مادّہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا۔ شہاب کے ہزاروں ٹکڑے ہو گئے اور چاروں طرف بکھر گئے۔ سب سے بڑے ٹکڑے کا وزن ایک ہزار پونڈ پایا گیا۔

اریزونا میں اس جگہ ایک بہت بڑا گڑھا پیدا ہو گیا جیسے کسی آتش فشاں کا دہانہ ہوتا ہے۔ سائنس دانوں نے اس گڑھے کی تہ میں سُوراخ کر کے اندر کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کی تو پتا چلا کہ یہ دہانہ کم از کم پانچ ہزار سال پُرانا ہے۔ ماہرین کا اندازہ ہے کہ اس زبردست شہاب کا وزن ایک کروڑ ٹن سے کم نہ ہو گا۔ جس نے اتنا بڑا دہانہ پیدا کر دیا۔ زمین سے ٹکراتے وقت اس کی رفتار دس میل فی سیکنڈ ہو گی۔ اس زبردست رفتار کا اندازہ آپ اس حقیقت سے لگا سکتے ہیں کہ گولی کی رفتار صرف آدھا میل فی سیکنڈ ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب کوئی جسم سینکڑوں میل کی اونچائی سے آئے گا اور اتنی زیادہ رفتار کے ساتھ زمین سے ٹکرائے گا تو اس پر بہت بڑا گڑھا پیدا ہو جائے گا۔

جنوبی افریقہ

ایک اور بڑے شہاب کا نام "ہوا ویسٹ" ہے جو جنوبی افریقہ میں گِرا تھا۔ اُس کی شکل مُربع جیسی تھی اور لمبائی نو فیٹ کے قریب۔ اُس کا وزن ساٹھ ٹن ہے، لیکن اندازہ ہے کہ شروع میں اس کا وزن سو ٹن سے کم نہ ہو گا۔

اس سے بھی بڑا شہاب سائبیریا کے لق و دق جنگل میں ۱۹۰۸ء میں گِرا لیکن کسی نے اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ کہیں بارہ سال بعد ۱۹۲۰ء میں دُنیا کو اس واقعے کی خبر ہوئی کہ آسمان سے ایک بہت بڑا چمک دار جسم زمین کی طرف گرتا دیکھا گیا اور جب وہ زمین کے قریب پہنچا تو ایک زبردست دھماکے کے ساتھ پھٹ پڑا۔ آس پاس کی زمین اس زور سے ہِلی کہ لوگوں نے سمجھا کہ زلزلہ آ گیا۔ اس حادثے سے پورے علاقے میں ہلچل مچ گئی۔ چار سو مربع میل رقبے پر کوئی درخت کھڑا نہ رہ سکا۔

ایک چینی کہانی

کِسان کا عَقل مَند بیٹا

سُلطان اشرف قریشی

بہت عرصے پہلے کا ذِکر ہے، چین کے ایک گاؤں میں ایک غریب کِسان رہتا تھا۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ کِسان اور اس کے بیٹے صبح سویرے سے شام تک سخت محنت کرتے، تب کہیں مشکل سے انھیں دو وقت کی روٹی نصیب ہوتی تھی۔

ایک دِن غریب کِسان نے اپنے تینوں بیٹوں کو اپنے پاس بلایا اور اُن سے کہا، "آخر اس طرح ہم کب تک گزارہ کر سکیں گے۔ ہمارے پاس ہمیشہ کھانے پینے کی چیزوں کی کمی رہتی ہے۔ قریب کے ایک گاؤں میں ایک بڑا زمین دار رہتا ہے۔ مجھے پتا چلا ہے کہ اسے ایک محنتی نوکر کی ضرورت ہے۔ تم میں سے کون وہاں جانا چاہتا ہے؟"

کِسان کی بات سُن کر انھوں نے فیصلہ کیا کہ پہلے بڑا بھائی نوکری کے لیے زمین

دار کے پاس جائے گا اور دوسرے ہی دن کسان کا ایک بیٹا گھر سے روانہ ہوگیا۔

زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ کسان کا بڑا بیٹا منھ لٹکائے ہوئے مایوسی کے عالم میں اپنے گھر واپس آ گیا۔ اس نے بتایا کہ زمین دار نے اُسے نا اہل قرار دے کر معاوضہ دیئے بغیر نوکری سے نکال دیا ہے۔

کسان کے دوسرے بیٹے نے کہا، "اب مجھے جا کر اپنی قسمت آزمانی چاہیے۔ شاید مجھے زمین دار کے پاس نوکری مل جائے۔"

غریب کسان نے اپنے دوسرے بیٹے کو جانے کی اجازت دے دی۔

دوسرے بیٹے کو گئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ وہ بھی خالی ہاتھ گھر واپس آ گیا۔ زمین دار نے اسے بھی اُجرت دیئے بغیر نوکری سے نکال دیا تھا۔

کسان کے بیٹے نے کہا، "زمین دار ایک چالاک ناگ ہے جو اپنی دولت بچانے کے لیے ہر قسم کے حربے استعمال کرتا ہے۔ اس کی عیّاری اور مکّاری کے سامنے کسی کا بس نہیں چل سکتا۔"

کسان کے چھوٹے لڑکے وان شُو کو جب زمیں دار کی چالاکی کا علم ہوا تو اُس نے اپنے دِل میں سوچا کہ اب وہ خود جا کر زمیں دار کو ایک اچھا سبق دے گا۔

وان شُو اپنے بھائیوں میں سب سے عقل مند اور حاضر جواب تھا۔ اس نے اپنے باپ سے زمین دار کے پاس نوکری کرنے کی اجازت مانگی۔

کسان بولا، "تم تو ابھی بہت چھوٹے ہو، تم بھلا اتنی سخت محنت کی نوکری کیسے کر سکو گے، جب کہ تمھارے دونوں بڑے بھائی زمین دار کو مطمئن نہ کر سکے۔"

لیکن وان شو کے بے حد اِصرار پر آخر غریب کسان نے اسے زمین دار کے پاس جا کر نوکری کرنے کی اِجازت دے دی۔

وان شو جب زمیں دار کے پاس پہنچا اور اپنے آنے کا مقصد بیان کیا تو زمین دار نے اسے سر سے پاؤں تک گھورا اور بولا،

"اچھا تو اب اپنے بھائیوں کی طرح تم بھی مزہ چکھنے آئے ہو، لیکن میرے پاس کام کرنا اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سمجھ رہے ہو۔"

وان شو نے ادب سے کہا، "مجھے ایک بار خدمت کا موقع دیجیے۔"
زمین دار نے جواب دیا، "ٹھیک ہے تم بھی کوشش کر دیکھو، لیکن ایک بات غور سے سُن لو، وہ یہ کہ تم کو میرے ہر حکم کی تعمیل کرنی ہوگی، اگر تم ایک بار بھی ناکام رہے تو تمھاری ساری اُجرت ضبط کر لی جائے گی تمھیں ایک پیسہ بھی نہیں دیا جائے گا۔ اب بھی وقت ہے اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔"
وان شو نے کہا، "ٹھیک ہے مجھے منظور ہے۔" لہٰذا اُسی وقت سے وان شو نے زمین دار کے پاس کام شروع کر دیا۔ وہ روزانہ صبح سویرے سے رات گئے تک زمینوں پر بڑی محنت سے کام کرتا رہا۔
ایک دن زمیں دار نے کسان کے چھوٹے بیٹے کو اپنے پاس بلا کر کہا، "سُنو لڑکے، یہ سامنے جو پہاڑ ہے اس کے دوسری جانب ہری بھری گھاس اُگی ہوئی ہے اور وہ میرے بیلوں کے لیے بڑی مفید ہے۔ کل تمھارے ذمّے یہ کام ہے کہ تم بیلوں کو وہاں لے جاؤ اور گھاس چرا لاؤ، لیکن یہ یاد رکھو کہ وہاں سے گھاس کھود کر انھیں نہ کھلانا بلکہ ہانک کر وہاں تک لے جانا۔"
وان شو نے جواب دیا، "اچھا جناب! آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔"
زمین دار دل ہی دل میں بہت خوش تھا کہ وہ اس طرح وان شو کو ناکام کر کے اس کی تمام اُجرت ضبط کر لے گا۔
دوسرے دن صبح سویرے وان شو بیلوں کو لے کر چل پڑا۔ پہاڑی کے نزدیک پہنچ کر اس نے بیلوں کو ہانکا تاکہ وہ پہاڑی پر چڑھ سکیں، لیکن بھاری بھرکم بیل بلندی پر کس طرح چڑھتے۔ وان شو نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا ہنٹر گھمایا اور بیلوں پر برسانا شروع کر دیا۔ ساتھ ساتھ وہ زور زور سے چیختا جا رہا تھا، "چلو چڑھو، اوپر چڑھو، مجھے اپنے مالک کے حکم کی ہر حال میں تعمیل کرنی ہے۔۔۔ چلو اوپر چڑھو۔۔۔۔"
آس پاس کے لوگوں نے جو یہ منظر دیکھا کہ وان شو بُری طرح بیلوں کو پیٹ رہا ہے تو انھوں نے فوراً زمیں دار کو اطلاع دی۔ زمیں دار دوڑا دوڑا آیا اور زور سے چیخ کر بولا، "رُکو ارے احمق رُکو۔ اِس طرح تو تم میرے بیلوں کو مار ڈالو گے۔"

وان شو اس کی بات پر دھیان دیے بغیر بیلوں پر ہنٹر برساتا رہا۔ زمین دار سخت غصّے میں وان شو تک پہنچا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا، "یہ تم کیا کر رہے ہو"

وان شو نے فوراً کہا، "جناب، مجھے کسی نہ کسی طرح انھیں پہاڑی کی دوسری طرف لے جانا ہے۔ آپ کا یہی حکم ہے۔" یہ کہہ کر اس نے اپنا ہنٹر دوبارہ ہوا میں لہرایا۔ زمیں دار چیخ پڑا، "ٹھیک ہے تم رُک جاؤ، میں اپنا یہ حکم واپس لیتا ہوں۔"

وان شو دِل ہی دِل میں بڑا خوش ہوا اور سوچنے لگا کہ میں ابھی اسے کئی اور سبق دُوں گا۔ اُس نے کہا، "میں اُسی صُورت میں رُک سکتا ہوں کہ جب تم میری اُجرت دُگنی کردو۔" زمیں دار نے اس کی بات مان لی۔

اِس طرح کئی دن گزر گئے۔ وان شو بڑی محنت اور لگن سے کھیتوں پر کام کرتا رہا۔ ادھر زمیں دار وان شو کی اُجرت ضبط کرنے کے لیے نئی نئی ترکیبیں سوچتا رہا

ایک روز زمین دار نے وان شو کو اپنے پاس بلایا اور کہا،

"سُنو میاں صاحبزادے! یہ میرے مکان کے پچھلے حصّے کی چھت تم دیکھ رہے ہو یہ لال مٹّی کے اینٹوں کی بنی ہوئی ہے۔ یہ مٹّی بڑی زرخیز ہوتی ہے۔ کھیتوں کی تمام زمین پر تو اناج کی فصل لگی ہوئی ہے۔ کل تم چھت کے اِس حصّے پر میرے لیے سبزیاں بو دینا۔"

"اچھا جناب، ضرور ضرور...." وان شو نے ہمیشہ کی طرح حکم کی تعمیل کے لیے سر ہلا کر کہا۔ مکار زمین دار سوچ رہا تھا کہ اب ضرور میرا داؤ چل جائے گا اور میں اس کی اُجرت ضبط کر لوں گا۔

دوسرے دن صبح سویرے وان شُو نے ایک کُدال اُٹھائی۔ دُھوپ سے بچاؤ کے لیے سر پر ایک ہیلٹ پہنا اور چھت پر چڑھ گیا۔ اس نے کُدال سے چھت پر لگی ہوئی اینٹوں کو اُکھاڑنا اور توڑنا شروع کر دیا۔ ٹوٹی ہوئی اینٹیں اور پتھر چھت سے لڑھک لُڑھک کر نیچے گرنے لگے۔ اِدھر چھت پر وان شو زور شور سے کام کر رہا تھا اور نیچے کمرے میں زمین دار پڑا سو رہا تھا۔ اس نے صبح صبح جو اس شور کی آواز سُنی تو ہڑبڑا کر اُٹھا اور باہر نکل کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اس نے جو وان شو کو کُدال سے چھت پر اینٹیں اُکھاڑتے اور توڑتے دیکھا تو بُری طرح چیخا "ارے بے وقوف لڑکے تم یہ کیا کر رہے ہو۔ فوراً نیچے آ جاؤ۔"

وان شو نے بڑی معصومیت سے زمین دار کی طرف دیکھا اور پوچھا، "کیوں کیا ہوا؟"

زمین دار غصّے سے بولا، "ارے نامعقول تم کو چھت توڑنے کے لیے کس نے کہا ہے۔ میں نے یہاں سبزیاں اُگانے کے لیے کہا تھا۔"

وان شُو نے فوراً جواب دیا، "جناب، میں بھی تو سبزیاں اُگانے کے لیے چھت پر ہل چلے ہوئے کھیت کی طرح کُھدائی کر رہا ہوں۔" یہ کہہ کر اُس نے کُدال اُٹھائی اور پھر اپنا کام شروع کر دیا۔ زمیں دار غصّے سے بے قابو ہو گیا، اس نے پُوری قوّت سے چیخ کر کہا، "ٹھیک ہے، تم فوراً کام بند کر کے نیچے آ جاؤ۔ میں اپنا یہ حکم بھی واپس لیتا ہوں۔"

وان شو دوسری بار بھی چالاک زمین دار کو شکست دینے پر بڑا خوش تھا۔ اُس نے زمین دار سے کہا،

"پہلے کی طرح اس کام کی اُجرت بھی دُگنی ہوگی"۔ زمیں دار نے اس کی بات مان لی۔

اُدھر جیسے جیسے دِن گزرتے گئے تھے وان شو کی اُجرت برابر بڑھتی جا رہی تھی اور زمیں دار بڑا پریشان تھا، کیوں کہ اس کی دو نوں ترکیبیں ناکام ہو چکی تھیں۔ اب اُس نے کوئی نئی ترکیب سوچنی شروع کی تاکہ کسی نہ کسی طرح وان شو کی مزدوری کی رقم ضبط کر سکے۔

اس طرح اور کئی دن گزرتے رہے۔ سخت گرمیوں کا موسم شروع ہو گیا تھا۔ پانی کی قلت، خشک ہواؤں اور دھوپ کی تپش سے فصلیں سوکھنی شروع ہو گئی تھیں

ایک دِن بیٹھے بیٹھے زمیں دار کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ اس نے وان شو کو بلایا اور کہا،

"دیکھو لڑکے، میری تمام فصلیں دھوپ سے جل رہی ہیں۔ تمھارے ذِمّے یہ کام ہے کہ تم اِن کھیتوں کو کُل گھر کے اندر سائے میں لے آؤ تاکہ باقی فصل تباہی سے بچ سکے"۔ یہ کہہ کر اس نے وان شو کی طرف دیکھا کہ ممکن ہے کہ اب وہ میرے اس حکم سے پریشان ہو کر کہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے، لیکن وان شو نے حسبِ معمول اِقرار کے انداز میں گردن ہلا کر کہا، "اچھا جناب! آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی"۔

دوسرے دن صبح ابھی زمین دار سو کر بھی نہیں اُٹھا تھا کہ وان شو نے ایک کُدال لی اور اپنا کام شروع کر دیا۔ اس نے سب سے پہلے کُدال مار کر زمین دار کے گھر کا صدر دروازہ اُکھاڑ کر الگ کر دیا۔ اس کے بعد اس نے کمرے کی چار دیواری کو توڑنا شروع کر دیا۔ اُدھر زمیں دار کی بیوی دوڑی دوڑی زمیں دار کے پاس گئی اور اسے جھنجوڑتے ہوئے کہا، "خدا کے لیے ذرا اُٹھ کر تو دیکھو گھر پر کیا قیامت آگئی ہے؟ یہ لڑکا تو ہمارا گھر ڈھا دے گا"۔

زمین دار اپنے کمرے سے باہر آیا تو اُس نے وان شو کو اپنے کام میں مصروف دیکھا۔ وہ اب تک دیوار کا کچھ حصّہ ڈھا چکا تھا۔ اپنے گھر کا یہ حال دیکھ کر زمین دار زور سے گرجا، "ارے نالائق لڑکے! یہ کیا حماقت ہے... تمھیں میرے گھر کی دیواریں ڈھانے اور دروازہ اکھاڑنے کے لیے کس نے کہا تھا؟"

وان شو نے کہا، "جناب، آپ ہی نے تو کھیتوں کو اندر سائے میں منتقل کرنے کے لیے کہا تھا۔ ذرا خود ہی عقل سے سوچیے کہ دروازہ کتنا چھوٹا ہے۔ وہ کھیتوں کے لیے بہت تنگ تھا۔ اس کو چوڑا کرنے کے لیے دیوار تو گرانی ہی پڑے گی۔ آخر آپ کے حکم کی تعمیل تو مجھے کرنی ہی ہے۔"

یہ کہہ کر وان شو نے اپنی کدال اُٹھائی اور چار دیواری کو توڑنا شروع کر دیا۔ زمیں دار کا سر بُری طرح چکرا رہا تھا ایک تو وہ وان شو سے مات کھا گیا تھا، دوسرے اس کے گھر کا دروازہ اور دیواریں گر چکی تھیں۔ زمیں دار نے بڑی مشکل سے اپنے حواس درست کر کے اس سے کہا،

"رک جاؤ، ارے رک جاؤ۔ میں اپنا یہ حکم بھی واپس لیتا ہوں۔ مجھے اپنے کھیت اندر سائے میں نہیں لانے۔"

وان شو نے فوراً کام روک دیا اور کہا، "اس کام کی اُجرت بھی دُگنی ہوگی۔"

مکّار زمیندار نے اُس دن کے بعد سے توبہ کر لی کہ وہ آئندہ کبھی کسی سادہ لوح کسان کو

تنگ نہیں کرے گا اور دھوکہ دے کر اُن کی اُجرت ضبط نہیں کرے گا۔

یہاں تک کہ وان شو کو زمیں دار کے پاس کام کرتے ہوئے ایک سال گزر گیا۔ اس نے سال کے ختم ہونے پر اس کی پوری اُجرت اس کے حوالے کر دی۔

وان شو اپنی محنت کا معاوضہ لے کر خوشی خوشی اپنے گھر پہنچا۔ غریب باپ تمام واقعہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اس نے وان شو کی کمائی ہوئی رقم سے کچھ زمین اور خرید لی اور پھر اُس کے تینوں بیٹے محنت اور لگن سے کھیتی باڑی کا کام کرنے لگے۔ کچھ ہی عرصے میں وہ خوش حال ہو گئے اور سکون و اطمینان کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگے

چندہ مانگنے والا مجسّمہ

سویڈن کے شہر کوشن گرد ناگین میں بحری فوج کے ہیڈ کوارٹر کے سامنے لکڑی ملّاح کا ایک ایسا مجسّمہ نصب ہے جو آج سے دو سو سال قبل غریبوں کی امداد کے لیے چندہ جمع کیا کرتا تھا۔ یہ مجسّمہ اس لیے نصب ہے کہ لوگوں کو یہ ملّاح یاد رہے اور اُس کا مشن بھی۔ آج بھی غریبوں کی امداد کرنے والے چندہ دہندگان مجسّمے کے سر کی ٹوپی اُٹھا کر اس میں رقم ڈالا کرتے ہیں۔ سر کی ٹوپی اس لیے اٹھائی جاتی ہے کہ ملّاح بھی چندہ پانے کے بعد اپنی ٹوپی اُتار کر چندہ دینے والوں کا شکریہ ادا کیا کرتا تھا۔

مرسلہ: محمد انیس، کراچی

خبردار!
تھوکنا
خطرناک ہے

بہت سی بیماریاں مثلاً
دق و سِل
تھوکنے کی عادت چھوڑ کر پھیلنے سے روکی جا سکتی ہیں

کیا آپ جانتے ہیں؟

سوالات

۱۔ مشہور بات ہے کہ زمین کی کشش کی وجہ سے اٹلی میں پیسا کا مینار ایک طرف کو جھک گیا ہے۔ یہ مینار کس عمارت کا حصہ ہے اور اس کا اصلی نام کیا ہے؟

۲۔ پگوڈا بودھوں کی عبادت گاہ کو کہتے ہیں یعنی ایک طرح کا مندر۔ اس عمارت کی خصوصیت کیا ہوتی ہے؟

۳۔ دریائے نیل میں اسوان کے پانچ میل جنوب میں ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے جو مصر کے قدیم آثار کے لیے مشہور ہے۔ اس جزیرے کا کیا نام ہے؟

۴۔ بھارت کے صدر مقام نئی دہلی کو کس ماہرِ تعمیر نے ترتیب دیا تھا؟

۵۔ اگر کسی ملک میں روپے پیسے کے نوٹ حد سے زیادہ چھپ جائیں تو کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

۶۔ آپ بینک کے چیک کو محفوظ کرنے کے لیے کیا کرتے ہیں تاکہ کوئی دوسرا شخص اُسے کیش نہ کرسکے۔

۷۔ جرمنی کا سکّہ مارک ہے۔ (ا) پہلی جنگِ عظیم اور پھر (ب) دوسری جنگِ عظیم کے بعد اُس کا کیا نام پڑا؟

۸۔ رُوس کے سکّے کا کیا نام ہے اور اُس کے $\frac{1}{100}$ حصّے کو کیا کہتے ہیں؟

۹۔ اسٹرلنگ علاقہ کون سا ہے؟

۱۰۔ دو ملک ایسے ہیں جہاں "دینار" معیاری سکّہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ ملک کون سے ہیں؟

۱۱۔ بے مصرف انسان کو کیا کہتے ہیں جس پر خرچ بھی بہت ہو رہا ہو؟

۱۲- جنوبی افریقہ کے شہر "کیپ ٹاؤن" کے پیچھے ایک ہموار پہاڑ ہے۔ اس کا کیا نام ہے؟
۱۳- ۱۹۵۸ء میں رُوس کے ایک مصنّف کو ادب کا نوبل پرائز دیا گیا تھا لیکن اُس نے لینے سے انکار کر دیا۔ اس مُصنّف کا نام بتایئے۔
۱۴- برطانیہ کے عام اِنتخابات میں ملکہ اپنا ووٹ کس طرح ڈالتی ہیں؟
۱۵- دُنیا کا وہ کون سا دریا ہے جو اَب ایک بحری شاہراہ بن چکا ہے؟
۱۶- کون کیا ھے؟ (WHO IS WHO) کتاب میں کس قسم کی معلومات فراہم کی جاتی ہیں؟
۱۷- وہ کون سا پہاڑ ہے جو ہندوستان کی کمر کی ہڈی کہلاتا ہے؟
۱۸- وہ کون سا کھیل ہے جو صرف برف پر ہی کھیلا جاتا ہے اور کہیں نہیں؟
۱۹- شمالی افریقہ میں دریا "نیلا نیل" "سفید نیل" کے ساتھ کس جگہ ملتا ہے؟
۲۰- ۳۱ دسمبر ۱۹۶۰ء کو برطانیہ کا ایک سکّہ بند کر دیا گیا تھا۔ اس سکّے کا نام بتایئے۔

جوابات

۱- یہ دراصل ایک گرجاگھر کا حصّہ ہے جس کا اصل نام کمپانائیل (CAMPANILE) ہے۔
۲- پگوڈا جیسے جیسے اوپر جاتا ہے اس کا رقبہ کم ہوتا جاتا ہے، یعنی وہ پتلا ہوتا جاتا ہے۔
۳- اس جزیرے کا نام ہے "فِلائی"
۴- سر ایڈورڈ لٹ ینز (SIR EDWARD (LUTYENS) نے نئی دہلی کا ڈیزائن تیار کیا تھا۔
۵- وہ ملک افراطِ زر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔
۶- آپ چیک کو کراس کر دیتے ہیں یعنی اُس کے اوپر والے بائیں کونے پر دو خطوط اِس طرح کھینچ دیتے ہیں۔
۷- (ا) رائخ مارک (REICHSMARK)

(ب) ڈوش مارک (DEUTSCHE MARK)

۸۔ رُوس کے سکّے کو روبل کہتے ہیں اور اس کا $\frac{1}{100}$ حصّہ کوپک کہلاتا ہے۔

۹۔ جن ملکوں میں انگریزی "پونڈ" استعمال کیا جاتا ہے یا تسلیم کیا جاتا ہے وہ "اسٹرلنگ ایریا" کہلاتے ہیں۔

۱۰۔ یوگوسلاویہ اور اُردن۔

۱۱۔ سفید ہاتھی۔

۱۲۔ ٹیبل ماؤنٹین۔

۱۳۔ بورس پاسترناک۔ (BORIS PASTERNAK)

۱۴۔ برطانیہ کے عام انتخابات میں ملکہ کا اپنا کوئی ووٹ نہیں ہوتا۔

۱۵۔ دریائے سینٹ لارنس۔

۱۶۔ اس کتاب میں اہم زندہ شخصیتوں کے مختصر حالات موجود ہوتے ہیں۔

۱۷۔ کوہِ پینائن۔ (THE PENNINES)

۱۸۔ اس کھیل کو "کرلنگ" (CURLING) کہتے ہیں۔

۱۹۔ خرطوم کے قریب۔

۲۰۔ اس سکّے کا نام تھا "فارڈنگ"

اُڑن لومڑی

یہ حقیقت میں چمگادڑ کے خاندان سے تعلق رکھتی ہے مگر چوں کہ جسامت میں بڑی اور اس کی تھوتھنی لومڑی سے مُشابہ ہوتی ہے، اس لیے اُسے اُڑنے والی لومڑی کہتے ہیں۔ یہ ہندُستان کے علاوہ لنکا، ایسٹ انڈیز، آسٹریلیا اور بَرما میں پائی جاتی ہے۔ اور ہر جگہ اسے مختلف ناموں سے پُکارا جاتا ہے۔ شمالی ہندُستان والے اسے "بادون" اور جنوب کے لوگ اسے "کھرل" کہتے ہیں۔ اس کی لمبائی ۱۴ انچ اور بازوؤں کی جھالر ایک سِرے سے دوسرے سِرے تک ۴ فیٹ ہوتی ہے۔

(مُرسلہ: رحیم بخش بھٹّو، کراچی)

بچّوں میں دانتوں کی حفاظت کا احساس پیدا کیجیے
انہیں صبح و شام نیموڈینٹ سے
دانت صاف کرنے کی عادت ڈالیے

بچوں کو دانتوں کی صفائی پر مائل کرنا اب کچھ مشکل نہیں۔ ان میں یہ صحت مند عادت ڈالنے کے لئے لیموں، اناناس اور اسٹرابیری ذائقہ کا نیموڈینٹ خاص طور پر تیار کیا گیا ہے۔ نیم جیسے آپ کے مسوڑوں اور دانتوں کے لئے مفید ہے ویسے ہی بچوں کے ناپختہ دانتوں اور نرم و نازک مسوڑوں کے لئے بھی ضروری ہے۔ اس سے زندگی بھر مسوڑے صحت مند اور دانت خوش آب رہتے ہیں۔ بچوں کا نیموڈینٹ ان کے دانتوں، مسوڑھوں کی طرح نازک ہے۔

بچوں کے لئے خصوصی پیکنگ ۳ ذائقے: لیموں، اناناس، اسٹرابیری

نیموڈینٹ

نیم کے موثر جوہر سے تیار کیا ہوا ٹوتھ پاؤڈر گھر میں سب کے لئے یکساں مفید

بڑوں کے لئے نیموڈینٹ الگ پیکنگ میں دستیاب ہے

ہمدرد

Adarts H/NDT 4/73

موٹا تازہ مگر.....

مسعود احمد برکاتی

موٹا تازہ آدمی دیکھ کر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تن درست ہے، لیکن موٹا ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ تن دُرست بھی ہو۔ جس آدمی کو موٹا ہونے کی وجہ سے تن درست اور صحت مند سمجھتے ہیں وہ کتنی بیماریوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ دراصل موٹا پا خود ایک بیماری ہے اور موٹے آدمی عام طور پر طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا رہتے۔ اس لیے کسی کو موٹا دیکھیں تو اس پر رشک نہ کریں۔ اس کے برعکس دُبلا آدمی چاہے دیکھنے میں اتنا پرکشش اور بھلا نہ معلوم ہو، مگر وہ بہت سی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔ بہتر صورت تو درمیانی ہے۔ ہر بات میں اعتدال اور درمیانی راستہ اچھا ہوتا ہے۔ اسی طرح اس معاملے میں بھی اچھا یہ ہے کہ آدمی نہ موٹا ہو نہ دُبلا، لیکن مٹاپے سے تو جہاں تک ہو سکے بچنا چاہیے۔ جب آپ دیکھیں کہ آپ موٹے ہونے لگے ہیں تو ورزش اور جسمانی محنت زیادہ کیجیے اور غذا کو کم کرنے کی کوشش کیجیے۔ غذا میں چکنائی اور چربی کی زیادتی مٹاپے کا باعث بنتی ہے۔ گھی، تیل، مکھن، دودھ، دہی، بالائی کم کر دینے سے مٹاپا کم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نشاستہ دار چیزیں جیسے روٹی، چاول، آلو، مٹھائی وغیرہ بھی موٹے آدمی کو کم کھانا چاہیے۔

لطیفے

نازنین رومی واحدی

★ ڈاکٹر: (مریض سے) پیٹ کی تمام بیماریاں دانتوں کی وجہ سے ہوتی ہیں۔
مریض: (جو بہت بوڑھا تھا) لیکن میرا تو کوئی دانت نہیں ہے۔

★ ایک عورت نے وکیل سے پوچھا کہ طلاق لینے کے لیے کیا کیا شرائط لازمی ہیں؟
وکیل نے جواب دیا، طلاق لینے کے لیے آپ کا شادی شدہ ہونا لازمی ہے۔

★ مشہور سائنس دان آئن سٹائن ایک بار بس میں سفر کر رہے تھے۔ سفر کے دوران وہ کچھ ضروری کاغذات بھی پڑھنا چاہتے تھے۔ جیب میں ہاتھ ڈالا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنی عینک گھر بھول آئے ہیں، اس لیے انھوں نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے مسافر سے درخواست کی کہ وہ ازراہِ کرم ان کے کاغذات کو پڑھ دے۔ اُس مُسافر نے جل کر کہا، معاف کیجئے گا میں بھی آپ کی طرح جاہلِ مطلق ہوں۔

★ دینیات کے ایک اُستاد بچّوں کو قیامت کے بارے میں بتا رہے تھے۔ انھوں نے کہا حشر کے دن حضرت اسرافیل صور پھونکیں گے تو زمین میں زلزلہ آجائے گا، پہاڑ اپنی جگہ سے اُکھڑ جائیں گے۔ مُردے قبرستان سے اُٹھ کر بھاگنے لگیں گے۔ اس وقت اچانک ایک لڑکے نے سوال کیا،
"ماسٹر صاحب، کیا اس روز اسکول میں بھی چھٹّی ہوگی؟"

★ ایک خاتون بیوہ ہوگئیں! اُس کے چار بچّے تھے۔ اپنے خاوند کی موت کے بعد اس کی ایک ایسے شخص سے ملاقات ہوگئی جس کی بیوی مر چکی تھی اور اس شخص کے بھی چار بچّے تھے۔ دونوں نے شادی کر لی۔ اس شادی سے بھی اُن کے چار بچّے اور ہوگئے۔ ایک دن جبکہ شوہر اپنے دفتر میں کام کر رہا تھا تو اس کی بیوی نے بچّوں کی لڑائی سے تنگ آکر شوہر کو ٹیلی فون کیا، "میں نے کہا ذرا لپک کر گھر آئیے۔"
شوہر: کیوں کیا ہوا؟

بیوی: بچوں نے گھر کو میدانِ جنگ بنا رکھا ہے۔
شوہر: میدانِ جنگ؟
بیوی: ہاں پہلے میرے بچوں نے تمہارے بچوں کو پیٹا، پھر تمہارے بچوں نے میرے بچوں کی ٹھکائی کی۔ اب میرے اور تمھارے بچے مل کر ہمارے بچوں کو پیٹ رہے ہیں۔

★ مشہور مزاح نگار ادیب شوکت تھانوی سخت علیل ہو گئے۔ انتقال سے ایک دن پہلے ایک صاحب اُن کی عیادت کے لیے گئے۔ حال پوچھا تو بولے، "کچھ نہیں! اب انڈر گراؤنڈ جانے کی تیاری کر رہا ہوں۔"

★ ایک غیر حاضر دماغ شخص اور اس کی بیگم آپس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ یکایک بیگم نے کہا، آپ کو یاد ہوگا کہ آج سے پچیس سال پہلے بالکل اسی دن ہماری منگنی ہوئی تھی۔
یہ سن کر غیر حاضر دماغ شوہر نے جواب دیا،
"اوہ! پچیس سال پہلے؟ پھر تو اب تک ہماری شادی ہو جانی چاہیے تھی۔"

اُونٹ کا انتقام

کہتے ہیں اُونٹ ایک دفعہ کسی کا دُشمن ہونے کے بعد بدلہ لینے کی فکر میں رہتا ہے۔ اسی قسم کا ایک واقعہ حال ہی میں کوٹ اَدّو ضلع مظفر گڑھ میں پیش آیا جہاں غصّے میں بھرے ہوئے اونٹ نے اپنے مالک بشیر احمد ساربان کو گردن سے پکڑ کر ہلاک کر دیا
بتایا جاتا ہے کہ بشیر احمد اپنے اس اونٹ سے مسلسل تین روز سے کام لے رہا تھا۔ وزن اُٹھانے کے دوران ذرا سی سُستی پر وہ اونٹ کو پیٹتا تھا۔ وہ جہاں دَم لینے کے لیے رُکتا، مالک کے کوڑے برسنے لگتے۔ اونٹ مالک کا یہ سُلوک تین روز تک برداشت کرتا رہا۔ آخر تنگ آکر اُس نے ساربان کی گردن مُنھ میں پکڑ کر چبا ڈالی۔ بشیر احمد کی ہلاکت کے بعد لوگوں نے اس اونٹ کو ذبح کر کے کھا لیا۔ اسی لیے شُتر کینہ اور اونٹ کی چُنگل بہت مشہور رہے۔
مرسلہ: آنسہ عفت عثمانی۔ کراچی

اسکول سے غیر حاضر رہنے والوں کا علاج

۱۷۶۵ء میں فلاڈلفیا (امریکا) کے ایک استاد مسٹر ڈو (DOVE) نے ایک اسکول سے غیر حاضر رہنے والے بچوں کا علاج یوں کیا۔ جب کوئی بچہ اسکول سے غیر حاضر ہوتا تو وہ پانچ ہوشیار طالب علموں کو ایک گھنٹی اور ایک لالٹین دے کر اس کے گھر بھیجتے۔ اگر گھر والے اس بات کی تصدیق کر دیتے کہ بچہ بلا وجہ اسکول سے غیر حاضر رہا ہے تو وہ اس بچے کو اس کے گھر سے اسکول تک ایک جلوس کی شکل میں لے جاتے۔ آگے ایک لڑکا گھنٹی بجا رہا ہوتا، اس کے پیچھے دوسرا جلتی ہوئی لالٹین اٹھائے ہوئے ہوتا آخر میں تین لڑکے بدشوق طالب علم کو گھیرے میں لیے ہوتے، اس طرح یہ جلوس بازار او سڑکوں سے گزرتا ہوا اسکول پہنچتا۔

یہ ماسٹر صاحب بڑے انصاف والے تھے۔ انھوں نے بچوں سے کہہ رکھا تھا کہ اگر کبھی وہ اسکول سے غیر حاضر ہوئے تو وہ بھی اسی سزا کے مستحق ہوں گے۔ چناں چہ ایک دن یہ ہوا کہ کچھ دیر تک مسٹر ڈو اسکول نہ پہنچے۔ پانچ طالب علم گھنٹی اور لالٹین لے کر ان کے گھر پہنچ گئے۔ وہ گھر سے نکلا ہی چاہتے تھے کہ جلوس دروازے پر پہلے ہی سے موجود تھا۔ استاد نے فوراً غلطی تسلیم کر لی اور قصوروار کی حیثیت سے جلوس میں شامل ہو کر اسکول پہنچے۔

ہیڈ ماسٹر کا مرتبہ

انگلستان کے قدیم اسکولوں میں ویسٹ منسٹر کا اسکول بہت مشہور ہے۔ آج سے تقریباً تین سو سال پہلے بادشاہ چارلس دوم کے زمانے میں اسکول کے ہیڈ ماسٹر بس بی (BUSBY) تھے۔ ڈاکٹر صاحب اپنے زمانے کے نامی گرامی ہیڈ ماسٹر تھے۔ با اصول اور باوقار۔

ایک دفعہ بادشاہ چارلس دوم اس اسکول کے معائنے کو گئے۔ قاعدے کے مطابق ہیڈ ماسٹر کو بادشاہ کے حضور میں ہیٹ اتار دینا چاہیے تھا، لیکن ڈاکٹر بس بی اس شان کے ہیڈ ماسٹر تھے کہ انھوں نے ہیٹ نہ اتارا اور بادشاہ سے معذرت کرتے ہوئے کہا،

"جناب! میں اپنے طالب علموں کو یہ تاثر دینا اسکول کے لیے مفید نہیں سمجھتا کہ دنیا میں ڈاکٹر بس بی سے بڑا کوئی اور شخص بھی ہے۔"

اب میں منھ بند رکھوں گا

شامِ ہمدرد

پشاور، یکم اگست ۱۹۷۷ء

موضوع

علامہ اقبال اور پاکستان

اقبال ایک ایسا پاکستان چاہتے تھے جہاں اسلامی نظریۂ حیات کو پنپنے اور پھلنے پھولنے کے پورے مواقع حاصل ہوں، لیکن جب وہ اسلام کا نام لیتے تھے اُس سے مُراد تھا اِسلام کا ٹھوس رُوپ جو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہو نہ کہ محض نعرہ زنی۔

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید

صدرِ مجلس: پروفیسر محمد طاہر فاروقی

مہمانِ مقرر: ڈاکٹر عبدالسلام خورشید

شامِ ہمدرد

لاہور ۴ اگست ۱۹۷۷ء

موضوع

پاکستانی فنِ تعمیر: تشخّص و امتیازات

فنِ تعمیر میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلیاں ضروری ہوتی ہیں۔ ملک میں ایسے ماہرین ہونے چاہییں جو قدیم اور جدید فنِ تعمیر کو ملا کر ایک نیا اندازِ تعمیر پیش کریں۔

ولی اللہ خاں

جناب احمد نبی، مہمان مقرّر — جناب ولی اللہ خاں، صدرِ مجلس

سلسلہ ۱۳۸

معلوماتِ عامّہ

مرتبہ: کھتری عصمت علی پٹیل

نیچے لکھے ہوئے سوالات کے جوابات ۲۰ اکتوبر ۱۹۷۷ء تک ہمیں بھیج دیجیے اور ان پر معلوماتِ عامّہ نمبر ۱۳۸ ضرور لکھ دیجیے۔ جوابات الگ کاغذ پر نمبروار لکھیے اور آخر میں اپنا نام اور پتا بھی لکھیے۔ تصویر کے پیچھے بھی اپنا نام یا اپنے شہر یا قصبے کا نام ضرور لکھیے۔

۱۔ بتائیے حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی شادی برِصغیر کے کس مُسلمان بادشاہ کی لڑکی سے ہوئی تھی؟

۲۔ ضلع ساہیوال میں پانچ ہزار سال پُرانا جو شہر دریافت ہوا تھا اُس کا نام بتائیے؟

۳۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ پاکستان میں قائدِاعظمؒ کی سب سے پہلی سوانح عُمری انگریزی زبان میں کس نے لکھی تھی؟

۴۔ پشتو زبان کے ایک مشہور شاعر پشاور کے ایک گاؤں "بہادر کلی" میں پیدا ہوئے اور پشاور کے ایک قصبے "ہزار خانی" میں دفن ہوئے۔ اُن کا نام بتائیے؟

۵۔ ٹرانس فارمر کی دونوں قسموں کا نام بتائیے جن سے بجلی کا بوجھ کم و بیش کیا جا سکتا ہے؟

۶۔ مشہور شہر "گلاس گو" کس مُلک میں واقع ہے؟

۷۔ بتائیے شِیر پیما (LACTOMETER) نامی آلہ کس چیز کی پیمائش کے لیے استعمال ہوتا ہے؟

۸۔ بتائیے روزنامہ ڈان میں انگریزی کا پہلا اداریہ کس مشہور شخصیت نے تحریر کیا تھا؟

۹۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں فوجی اصطلاح میں آگزیلری فورس اور انفنٹری فورس کسے کہتے ہیں؟

۱۰۔ بتائیے یہ مشہور شعر کس شاعر کا ہے؟

مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پُرانا پاپی تھا برسوں میں نمازی بن نہ سکا

صحیح محاورہ بتلائیے

۱۔ جسم کا باریک تر بال۔
۲۔ کان کے نیچے کی نوک۔
۳۔ ہتھیلی یا پنڈلی یا بازو کا گوشت۔
۴۔ ٹخنے کی ہڈی یا کلائی کا جوڑ۔
۵۔ گھٹنے کی ہڈی۔
۶۔ وہ ہڈی جو گردن سے نیچے اور سینے کے اوپر ہوتی ہے۔
۷۔ دونوں ہاتھوں کو ملانے سے جو برتن جیسی شکل بنتی ہے۔
۸۔ ایک ہاتھ کو آدھا بند کرنے سے جو برتن جیسی شکل بنتی ہے۔
۹۔ ملائم اور خستہ ہڈی۔
۱۰۔ گوشت کا لوتھڑا جو حلق میں لٹکا ہوا ہوتا ہے۔

(جوابات کے لیے دیکھیے صفحہ ۱۰۸)

نقّالی

چوں کہ نقالی میں دماغ کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی وہ رفتہ رفتہ مضمحل ہوجاتا ہے۔ اس طرح ایجاد و اختراع کے وہ قوئ جن کو خاص طور پر کام میں لانا چاہیے اس نامشقی سے ضعیف ہوجاتے ہیں (رینالڈ)

ریاضت، استقلال اور محویت، ذہانت اور ذکاوت کے دوسرے نام ہیں۔ (رینالڈ)

نونہال مصوّر

اکرام الدین ۔ کراچی

زرّین فاطمہ
کراچی

فریدہ بانو۔ بہاول پور

ثمینہ اسلم۔ لاہور

انوار احمد۔ کراچی

صحت مند نونہال

اس صفحے پر ہر ماہ دس سال تک کے صحت مند بچوں کی صاف تصویریں شائع ہوتی ہیں۔ اگر آپ کے پاس بھی ایسی تصویریں ہوں تو بھیج دیجیے، لیکن تصویر میں بچے کے علاوہ کچھ اور چیز (کرسی، میز، گل دان وغیرہ) نہ ہو۔ تصویر ذرا بڑی ہو۔

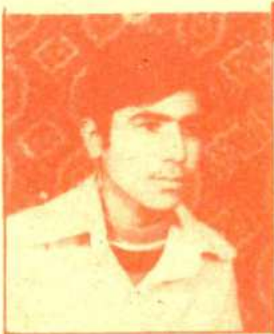

سیف اللہ خان، ابیر بیانی

تیمر محمد بلوچ، مسقط، عمان

کامران ہادی، کراچی

شہزاد احمد، کراچی

قمر بشیر، بہاول نگر

عنبر بشیر، بہاول نگر

عالیہ حمید، ملتان

اعجاز احمد، کراچی

محمد طاہر راج پوت، حیدرآباد

عبدالرشید، کراچی

ہیرا لال، حیدرآباد

محمد جاوید سلیم، کراچی

اسرار احمد صدیقی، کراچی

سرفراز احمد، کراچی

ارشد وحید، حیدرآباد

پیر بخش، لاڑکانہ

فیض الرحمان، کراچی

ارشد نبی، سکھر

امجد حسین، پھالیہ

سید حسن رضا زیدی، حیدرآباد

بدر، رضوان ہاشمی، کراچی

نازیہ میر، ڈڈیال

محمد علی حسن ارشد، کراچی

مرزا اصفدر اقبال، لائل پور

عامر محمود خان، ساہیوال

رنگ برنگی پھلجھڑیاں

ہم ہر مہینے رنگ برنگی پھلجھڑیاں کے عنوان سے نونہالوں کے بھیجے ہوئے لطیفے شائع کرتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ اس عنوان سے نونہالوں ہی کے لکھے ہوئے لطیفے شائع کریں، لیکن بہت سے نونہال پرانے گھسے پٹے لطیفے بھیجنے لگے ہیں جن کو شائع کر کے کچھ لطف نہیں آتا۔ اس لیے نونہالوں سے درخواست ہے کہ پرانے لطیفے نہ بھیجیں۔ اچھے اچھے لطیفے لکھنے کی کوشش کریں۔ لطیفے ایسے ہونے چاہییں کہ مزا آجائے۔ ہمیں یقین ہے کہ نونہال ہماری اس درخواست پر توجہ دیں گے۔

(ادارہ)

● جنرل نے اپنے آگے کھڑے ہوئے جوانوں کی طرف دیکھا اور بولا، "جوانو ایک زبردست معرکہ درپیش ہے، مجھے ایک نڈر اور بے باک جوان کی ضرورت ہے جسے اس معرکے پر بھیجا جائے گا۔ جو جوان تیار ہو وہ ایک قدم آگے بڑھ جائے۔"

صف میں حرکت کی لہر دوڑ گئی۔ جنرل نے جب صف پر نظر ڈالی تو ایک جوان صف سے ایک قدم آگے کھڑا تھا۔ وہ خوش ہو کر بولا،

"شاباش جوان! تم تیار ہو؟"

وہ کانپتا ہوا بولا، "نہیں سر، میں آگے نہیں آیا بلکہ سب ایک قدم پیچھے ہٹ گئے ہیں۔"

مرسلہ: محمد سلیم ملک امیر پور خاص

● باپ: (بیٹے سے) تم کسی چیز میں اول بھی آتے ہو؟"

بیٹا: کیوں نہیں، اسکول کی گھنٹی بجنے کے بعد اسکول سے نکلنے والے بچوں میں۔

مرسلہ: محمد گلزار، گوجر خان

● ایک شخص کا مرغا گم ہو گیا، دراصل وہ مرغا کسی پڑوسی کے گھر میں چلا گیا تھا۔ پڑوسی نے اسے کاٹ کر کھالیا اور اس کے پر وغیرہ ایک کونے میں ڈال دیے۔ جب وہ شخص جس کا مرغا گم ہو گیا تھا آیا تو کہنے لگا، یہاں کوئی مرغا آیا ہے؟

پڑوسی نے کہا، "آیا تو تھا مگر اپنی وردی یہاں رکھ کر چلا گیا ہے۔"

مرسلہ: محمد ابراہیم سامارو

● باپ (بیٹے سے) دیکھو بیٹے اگر تم نے محنت کی تو تمھاری شہرت دنیا کے چاروں کونوں میں پھیل جائے گی۔"

بیٹا: "لیکن ابا، جغرافیہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ دُنیا گول ہے۔"

مرسلہ: گوہر جمال زروبی، مردان

● ایک انگریز ہندُستان گیا۔ بھوک لگ رہی تھی مگر پیسے نہیں تھے۔ وہ ایک حلوائی کی دُکان پر گیا اور حلوہ کھانے لگا، پیسے نہ ملنے پر حلوائی نے اُسے عدالت میں پیش کر دیا۔ مجسٹریٹ نے اُس کے لیے یہ سزا تجویز کی کہ اس کو گدھے پر بٹھا کر بچّوں کو ساتھ کر دیا جائے تاکہ وہ اس کے پیچھے تالیاں اور ڈھول بجاتے چلیں۔

انگریز جب اپنے وطن گیا تو اس کے دوستوں نے پُوچھا، "ہندُستان کیسا ملک ہے؟"

اُس نے جواب دیا، "اچھا ملک ہے۔ حلوہ مفت کھانے کو ملا، ڈم ڈم کی سواری بھی مُفت کی اور ہر جگہ بچّوں نے شان دار استقبال بھی کیا۔

● خوراک و زراعت کے افسر زراعتی فارم کے دورے پر گئے۔ فارم کا منیجر اُنھیں بتا رہا تھا کہ یہاں کا ایک ایک درخت آٹھ آٹھ من سیب دیتا ہے۔

افسر نے ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ درخت اتنے سیب دے سکتے ہیں؟

منیجر نے کہا، "جی ہاں! آپ ٹھیک فرماتے ہیں۔ یہ درخت ایک سیب بھی نہیں دے گا۔ کیوں کہ یہ آڑو کا درخت ہے۔"

مرسلہ: محمد اعظم، ٹیری

● گاہک (دُکان دار سے) یہ مُرغی تو لنگڑی ہے

دُکان دار: جناب! آپ کو اسے پکا کر کھانا ہے یا ڈانس کروانا ہے۔

مرسلہ: سید سہیل قادری، کراچی

● ایک صاحب کسی مشہور ادیب کے مکان پر ملنے کے لیے گئے۔ اس وقت وہ ادیب اوپر کی منزل کی کھڑکی سے انھیں دیکھ رہے تھے۔ جب نوکر نے انھیں اطلاع دی تو ادیب نے کہا، "جاؤ کہہ دو صاحب باہر گئے ہیں۔"

مُلازم نے جا کر کہہ دیا۔ ملاقاتی مُسکرایا اور جاتے ہوئے بولا، "اچھا جب صاحب آجائیں تو کہہ دینا کہ آئندہ اپنا سر کھڑکی میں رکھ کر نہ جایا کریں۔"

مُرسلہ: نجمہ انصاری، کراچی

● ایک روز مُلّا نصرالدین نے بازار میں ایک مزدُور سے کہا، "میرا یہ سامان اٹھا کر لے چلو۔"

مزدُور نے کہا، "اچھا جناب! مگر آپ کا گھر کہاں ہے؟"

مُلّا نصرالدین کو ایک دم غصہ آگیا، بولے، "تم یقیناً چور ہو۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تمھیں اپنے مکان کا پتا بتا دوں گا۔"

مرسلہ: توقیر حسن، پُرانا سکھر

● ایک لڑکا سڑک پر گنگناتا ہوا جا رہا تھا۔ پیچھے سے لڑکے ایک دوست نے آکر اس کے کان مروڑے۔ لڑکے نے پیچھے دیکھے بغیر زور سے کہا، "یہ کون ہے؟" دوست نے کہا، کوئی بات نہیں، میں تو تمھاری آواز تیز کر رہا تھا۔

مرسلہ: فیصل ندیم، حیدر آباد

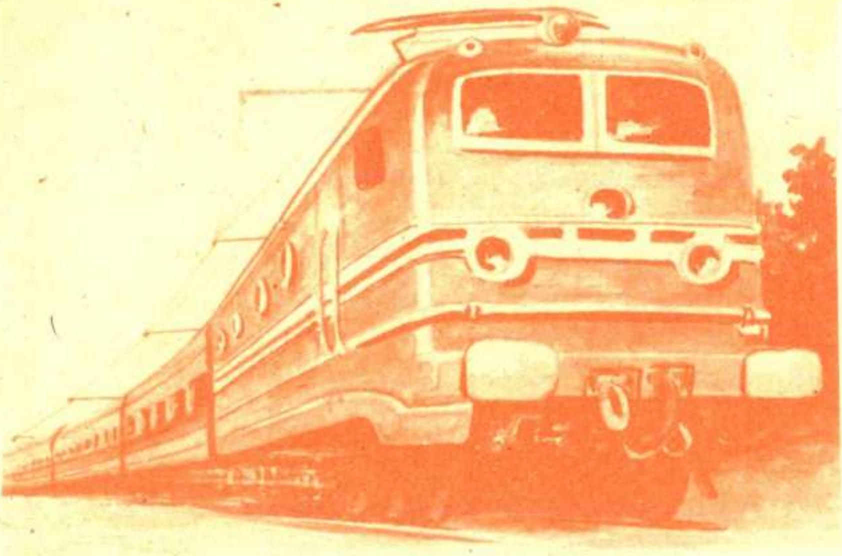

بجلی کی کہانی

ناصر زیدی

آپ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے بڑے مزے سے ریڈیو پر اپنا پروگرام سنتے ہوں گے یا ٹی وی پر دیکھتے ہوں گے، مگر آپ نے کبھی سوچا، اگر بجلی جیسی اہم ایجاد نہ ہوئی ہوتی تو ریڈیو اور ٹی وی کا نظام کیسے چلتا ؟ آج کونسا گھر اور کون سی جگہ ایسی ہے جہاں بجلی کا عمل دخل نہیں۔ دُور دراز کے گاؤں کی بات اور ہے، مگر شہروں میں تو ساری رونق بجلی ہی کے دَم سے ہے۔ بٹن دباتے ہی ہر کام ہو جاتا ہے۔ بجلی رات کا اندھیرا دُور کرتی ہے۔ گھروں، سڑکوں، پارکوں، تفریح گاہوں کو اپنی روشنی سے جگمگاتی ہے۔ گھنٹیاں بجاتی ہے اور کسی بھی قسم کے پیغام یا آواز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہے۔ کمروں کو گرم یا ٹھنڈا کرتی ہے۔ کپڑے دھونے، نچوڑنے، سکھانے اور استری کرنے کے آلات بھی بجلی ہی

کی بدولت کام میں آتے ہیں۔ گھر کے فرنیچر، دریوں، قالینوں کو بجلی کی جھاڑو سے صاف کیا جاتا ہے۔ کھانا بجلی کی انگیٹھیوں پر پکایا جاتا ہے۔ بجلی ہی کی وجہ سے پنکھے چلتے ہیں۔ ٹیلی فون اور ٹیلی گرام، وائرلیس، فوٹو گرافی، سینماؤں کی مشینری، جہاز، ریل گاڑی، بجلی کی سیڑھی (جسے اپ "لفٹ" کے نام سے جانتے ہیں) پرنٹنگ پریس، ٹریفک سگنل ایکسرے مشین یہ سب ہی بجلی کے کرشمے ہیں۔ بجلی ہی ہے جو کمپیوٹر کے ذریعہ سے ایک انچ کے ہزارویں حصّے کی پیمائش کر لیتی ہے۔

اتنی مفید اور کارآمد چیز کا سوا سو برس پہلے وجود بھی نہ تھا۔ یہ تو محض ایک اتّفاق تھا کہ بنجمن فرینکلن نامی ایک شخص فولادی تاسے پتنگ اُڑا رہا تھا کہ اچانک اس کی پتنگ بادلوں میں جا پھنسی، اسے اپنے ہاتھ میں دو تین بار بجلی کی لہر سی دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی۔ بس پھر کیا تھا اس نے بجلی کو قبضے میں کرنے اور اس سے طرح طرح کے کام لینے کے لیے تجربے کرنے شروع کر دیے۔ پھر آگے چل کر امریکا کے ٹامس ایڈیسن نے بجلی سے چلنے والی بہت سی مشینیں ایجاد کیں۔ ایڈیسن دُنیا کا سب سے بڑا موجد سمجھا جاتا ہے۔ اس نے ایک ہزار ایک سو سے زیادہ چیزیں ایجاد کیں، ان میں گراموفون، بجلی کا بلب اور سینما جیسی اہم چیزیں شامل ہیں

ایڈیسن غریب ماں باپ کا بیٹا تھا۔ ۱۱ فروری ۱۸۴۷ء کو میلان میں پیدا ہوا۔ میلان امریکا کی ایک ریاست اوہیو (OHIO) میں چھوٹا سا قصبہ ہے۔ ایڈیسن غریبی کی وجہ سے اسکول میں تعلیم مکمل نہ کر سکا اور گھر پر ہی تعلیم حاصل کی اور اپنی خداداد ذہانت اور عقل مندی سے وہ باتیں سیکھیں جو شاید اسکول میں بھی نہ سیکھ سکتا۔ اس نے گھر کے کونے میں ایک چھوٹی سی تجربہ گاہ (لیبارٹری) بنا رکھی تھی اور وہاں نت نئے تجربے کرتا رہتا تھا۔ اس نے ریل گاڑی میں اخبار بیچنے کا کام کیا پھر خود اخبار چھاپے، تار بابو رہا پھر ایک کمپنی کا منیجر بنا۔ غربت میں محنت مزدوری اور پھر دولت کی ریل پیل۔ اس نے ہر دَور صبر و تحمّل سے گزارا اور آخر دم تک تجربات میں لگا رہا۔ وہ اپنی دُھن کا پکّا تھا۔ چوبیس گھنٹوں میں صرف تین گھنٹے سویا کرتا جس کام میں لگ جاتا اسے پورا کیے بغیر نہ چھوڑتا۔ اس نے ۲۰ گھنٹے لگاتار کام کر کے فونوگراف بنایا تھا۔ اس کی سب سے بڑی ایجاد بجلی کا بلب ہے۔ مختلف تجربوں کے بعد ۱۸۷۹ء میں وہ بلب بنانے میں کامیاب ہو گیا اس کے بنائے ہوئے بلب جب نیویارک کی سڑکوں پر لگائے گئے تو

شہر بھر میں ایک میلہ سا لگ گیا اور دور دور سے لوگ روشنی دیکھنے آنے لگے۔ ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں ۸۴ سال کی عمر میں اس عظیم موجد کا انتقال ہوا۔

الیکٹرک کا نام ایک یونانی لفظ سے لیا گیا ہے۔ اس یونانی لفظ کے معنی عنبر کے ہیں۔ یونانی لوگ یہ جانتے تھے کہ اگر عنبر کو رگڑا جائے تو یہ ہلکی ہلکی چیزوں مثلاً تنکے اور گھاس پھوس وغیرہ کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ عنبر کے علاوہ لوگوں کو مقناطیسی لوہے کا بھی علم تھا۔ بجلی میں بھی لوہے کو کھینچنے کی ویسی ہی قوت پائی گئی۔ سائنس دانوں نے رفتہ رفتہ تجربے شروع کیے اور بجلی کے متعلق معلومات بڑھنے لگیں۔

سو سال کے طویل مشاہدے اور تجربے سے معلوم ہوا کہ وہ تمام چیزیں جنھیں ہم ٹھوس سمجھتے ہیں، دراصل ٹھوس نہیں ہیں بلکہ انھیں ایسے چھوٹے چھوٹے ذرّوں میں بانٹا جا سکتا ہے جن کی اپنی کوئی حیثیت نہیں۔ وہ صرف مثبت اور منفی بجلی کے ذخیرے ہیں۔ بجلی کی اصل حقیقت کا انحصار ان ذخیروں کی ترتیب اور تعداد پر ہوتا ہے۔ جس مادّے میں یہ ذخیرے بہت زیادہ ہوں اس میں بجلی آسانی سے گزر سکتی ہے۔ تانبا بجلی کے گزرنے کے لیے بہترین دھات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بجلی کے تمام تار تانبے کے ہوتے

ہیں۔ ربڑ، لکڑی اور چینی مٹی بجلی کے گزرنے کے لیے اچھے موصل نہیں لہٰذا ربڑ کے تلووں والے جوتے یا دستانے اسی لیے استعمال کیے جاتے ہیں کہ بجلی ان میں سے نہ گزر سکے اور انسان کو بجلی کا جھٹکا نہ لگے۔

بجلی کی رَو دو طرح سے پیدا کی جاتی ہے۔ رگڑ سے اور کیمیائی عمل سے۔ اگر شیشے کی ایک سلاخ کو ریشم کے کپڑے سے رگڑ کر کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کے قریب لے جایا جائے تو وہ ٹکڑے اس سلاخ سے چمٹ جاتے ہیں۔ اس طرح گھاس کے تنکے بھی چمٹ جاتے ہیں اور پھر گر پڑتے ہیں۔ اس رگڑ سے شیشے کی سلاخ میں بجلی کی ہلکی سی رَو پیدا ہو جاتی ہے۔ بڑے بڑے کارخانوں اور فیکٹریوں میں انجنوں کے ذریعہ سے بجلی پیدا کی جاتی ہے۔ پانی کی تیز رَو سے بجلی پیدا کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔ بعض جگہوں پر تیز پانی کی روانی سے بجلی پیدا کرنے کا کام لیا جاتا ہے۔ یہ پانی بجلی پیدا کرنے والی مشینوں کو بالکل اسی طرح چلاتا ہے جیسے پن چکیاں پانی کی مدد سے چلتی ہیں۔ ان مشینوں سے بہت بڑی مقدار میں بجلی پیدا ہوتی ہے۔

برسات میں آپ نے اکثر بجلی کوندتے دیکھی ہوگی۔ یہ آسمانی بجلی اور رگڑ سے پیدا ہونے والی بجلی دونوں ایک ہی ہیں۔ پانی کے بخارات میں بھی بجلی موجود ہے۔ برسات میں یہ بخارات چوں کہ زیادہ ہوتے ہیں، اس لیے زیادہ مقدار میں بجلی جمع ہو جاتی ہے۔ بادلوں میں منفی اور مُثبت قوتیں ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتی ہیں، اس لیے درمیان کی ہوا زور سے رگڑی اور دابی جاتی ہے۔ رگڑ سے حرارت اور حرارت سے چمک پیدا ہوتی ہے جسے بجلی کا کوندا یا لپکا کہتے ہیں۔ اس چمک کے ساتھ ساتھ آپ نے بادل گرجتے ہوئے بھی سُنے ہوں گے چوں کہ آواز کی رفتار روشنی کی رفتار سے کم ہے۔ اس لیے گرج اکثر چمک کے تھوڑی دیر بعد سنائی دیتی ہے۔

ہمارے ملک میں گھر گھر، شہر شہر، گاؤں گاؤں بجلی پہنچانے کا سب سے بڑا ادارہ واپڈا ہے۔ لفظ واپڈا (W.A.P.D.A) انگریزی کے "واٹر اینڈ پاور ڈویلپمنٹ اتھارٹی" کے الفاظ کا مُخفّف ہے۔

ایک عورت کا خُدا پر یقینِ محکم

احمد خان خلیل

۱۶۴۱ء میں آئرلینڈ والوں نے انگلستان کی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی۔ آئرلینڈ کے باشندے رومن کیتھولک فرقے سے تعلق رکھتے تھے اور انگلستان کے باشندے پروٹسٹنٹ تھے۔ چناں چہ دو سال کے عرصے میں باغیوں نے قریباً تین لاکھ آدمیوں کو یا تو ہلاک کر ڈالا یا ان کو گھروں سے نکال دیا۔ اُنھی دنوں ایک انگریز پادری بُروک کی بیوی فساد زدہ علاقے میں رہتی تھی۔ وہ پادری خود لندن میں تھا۔ ایک شام اس کو معلوم ہوا کہ ایک باغی رات کو اُن کے علاقے میں حملہ کرنے والا ہے۔

وہ بے چاری ایک تو گھر میں اکیلی تھی، دوسرے امید سے تھی، خوف سے اپنی چار سالہ بچی کو لے کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ وہاں سے بہت دُور اس کا کوئی عزیز رہتا تھا۔ اُدھر ہی کو روانہ ہو گئی۔ جب وہ گھر سے کچھ دور ہی گئی تو ایک نوجوان نے اس کی راہ روک لی اور خنجر لہراتے ہوئے رُعب سے کہا، "ہم نے قسم کھا رکھی ہے اس لیے میں تمھیں اور تمھاری بیٹی کو ضرور قتل کروں گا۔ چلو، خُدا سے آخری دُعا مانگ لو۔"

اُس عورت نے سر سے پیر تک اسے دیکھا اور سکون سے کہا،

"میں خدا سے دعا کر رہی ہوں اور اُس نے مجھے بتلایا ہے کہ میری موت آپ کے ہاتھ سے نہیں ہو گی۔ خدا آپ سے یہ کام نہیں کروائے گا۔"

نوجوان نے تین بار عورت پر خنجر لہرایا کہ وار کرے اور تینوں بار اس عورت نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا، "خدا آپ سے یہ کام نہیں کروائے گا۔"

آخر اس آدمی نے خنجر زمین پر پھینک دیا اور کہا،

"تم نے ٹھیک کہا ہے، خدا مجھ سے یہ کام نہیں کروائے گا۔ تم بہادر عورت ہو چلو میں تم کو خطرے سے باہر نکال لے جاؤں۔ کیا تم مجھ پر بھروسا کرو گی؟"

"پورے یقین سے۔ آپ ایک عزّت والے آدمی ہیں مجھے آپ پر اعتبار ہے۔" عورت

عورت نے کہا۔

وہ نوجوان اسے جنگل کے راستے ندی کے کنارے لے گیا۔ پھر ایک پایاب (اتنا گہرا پانی جس میں چلنا ممکن ہو) جگہ ڈھونڈ کر ماں بیٹی کو ندی عبور کرنے میں مدد دی۔ ندی پار کرا کے اس نے اشارے سے اُسے اس کے عزیزوں کے گھر کا راستہ بتا کر خدا حافظ کہا۔ عورت نے جاتے ہوئے نوجوان سے کہا،

"مجھے لفظ نہیں ملتے کہ میں جان بچنے پر اپنی خوشی اور آپ کی شرافت اور احسان کا شکریہ ادا کروں۔ اگر خیریت ہوئی اور خدا نے مجھے بچہ دیا تو آپ کے اس شریفانہ برتاؤ کی یاد میں اس کا نام شرافت رکھوں گی۔"

کہا جاتا ہے کہ بروک کے خاندان میں پچھے نسلوں تک بچوں کا یہ نام رکھا جاتا رہا۔

نیوٹن کی عجیب باتیں

نیوٹن وہ عجیب سائنس دان ہے جس نے کششِ ثقل (زمین اور چاند ستاروں کی کشش) کا اُصول دریافت کیا۔ بہت زیادہ سوچ بچار سے اکثر ایسا ہوتا کہ وہ اپنا کھانا بھی بھول جاتے تھے۔ اکثر ایسا ہوا کہ وہ اپنے مطالعے کے کمرے سے کھانے کے کمرے کو چلے اور بے خبری میں بازار جا پہنچے۔ وہاں جا کر انھیں محسوس ہوا کہ وہ غلط جگہ آئے ہیں جہاں چہ کھانا کھانے چلے لیکن بھولے سے پھر اپنے کمرے میں جا پہنچے۔

نیوٹن اعلا درجے کے حساب کے بڑے ماہر تھے لیکن معمولی جمع تفریق اور ضرب تقسیم سے انھیں بڑی کوفت ہوتی تھی۔ وہ یہ کام دوسروں سے کرواتے تھے۔ جب وہ برطانیہ کی ٹکسال کے نگراں تھے تو انھوں نے حساب کتاب کے لیے دوسرا آدمی لگا رکھا تھا۔

نیوٹن ۲۳ سال کے نوجوان تھے تو ایک دن لنکن شائر میں اپنی ماں کے باغ میں بیٹھے آرام کر رہے تھے۔ اتفاق سے اس وقت ایک سیب پودے سے نیچے گرا۔ وہ یہ سوچنے لگا کہ آخر یہ چیزیں ہمیشہ اوپر سے نیچے کیوں گرتی ہیں، زمین سے آسمان کی طرف کیوں نہیں گرتیں۔ سوچتے سوچتے نیوٹن نے کششِ ثقل کا اصول دریافت کر لیا۔

نونہال ادیب

نعتؐ	سید خالد ندیم
نعتؐ	آنسہ منیرہ بانو
حضرت خالد بن ولیدؓ	اعجاز احمد برڑو
شہید ملت	عاصم شفیق
پشاور یونی ورسٹی	مقصود احمد بھٹی
گڑیا	محمد عارف احمد
حاضر دماغی	شاہد مسعود انجم
کچھ جنگلی جانور	رضوانہ زرین واجد
برسات	سید واجد علی
ایک منٹ کی قیمت	محمد طارق جاوید
شتر مرغ	محمد عباس انجم

ماریطانیہ	منظر الحق حکیم رانا
عقل مند قاضی	محمود صدیقی
چھٹیاں کیسے گزاریں	کوثر انصاری
دریا کنارے	عبدالوحید
کام یابی کا راز	ایم اسلم میمن
حضرت داتا گنج بخشؒ	علی رضا خان
غبارے والا	ندیم سلطان راہی
کاغذ	کامران عشرت
ابتدائی طبی امداد	عبدالکریم ویانی
مدرسے میں دیر سے پہنچا	اے غفار پرویز
قدرتی گیس کی کہانی	آنسہ صائمہ تزئین

نعت

مرسلہ: سید خالد ندیم، ڈیرہ غازی خان

یتیموں کا جو آسرا بن کے آئے
محمدؐ شہِ دوسرا بن کے آئے
محبت، اُخوت، مساوات لے کر
اندھیروں میں نورِ خدا بن کے آئے
صداقت، امانت، دیانت کے پیکر
مثالِ خلوص و وفا بن کے آئے
اُن ہی کے کرم سے ٹلی ہر مصیبت
ہر اک درد کی وہ دوا بن کے آئے
خدا کی قسم میں بھی اُن کا گدا ہوں
گداؤں کا جو آسرا بن کے آئے

نعت

مرسلہ: منیرہ بانو، کراچی

وہ پیشوا ہمارا
جس سے ہے نور سارا
اس کی صفات بے حد
نام اُس کا ہے محمدؐ
رُخ اُس کا ہے منوّر
زُلف اُس کی ہے معطّر
وہ حق کی روشنی ہے
بس رہنما یہی ہے

حضرت خالد بن ولیدؓ

اعجاز احمد ابڑو، سکھر

اسلام کا وہ سپہ سالار جس نے لاکھوں مخالفین کی فوجوں کو شکست دے کر اسلام کا پرچم بلند کیا اور جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کا لقب عطا فرمایا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ قریش کے اونچے گھرانے سے تعلق رکھتے تھے جنگ احد تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے قریش کے سواروں کی کمان ان ہی کے ہاتھ میں تھی اور ان کے حملے سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا تھا۔

فتح مکہ سے پہلے آپ مدینہ پہنچے اور اسلام قبول کر لیا اس کے بعد جنگ موتہ میں مسلمانوں کی فوج کے کماں دار بنے اسلامی لشکر صرف تین ہزار کا تھا اور رومی فوج ایک لاکھ سے کم نہ تھی۔ خالد بن ولیدؓ نے ان مٹھی بھر مسلمانوں کو اس طرح لڑایا کہ رومی فتح سے مایوس ہو کر بھاگ گئے اس جنگ میں خالدؓ کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں۔

مدینہ پہنچے تو بارگاہ رسالت سے "سیف اللہ" کا خطاب پایا۔ حنین کی جنگ میں زخمی ہوئے، طائف کی جنگ میں کام یابی حاصل کی اور کئی اور چھوٹے چھوٹے معرکوں میں شریک رہے۔

رسُول پاک کے وصال کے بعد حضرت ابُو بکر کے عہد میں جتنے فتنے اُٹھے اُن سب کی روک تھام کے لیے خالدؓ نے شان دار کارنامے انجام دیے، اور پھر رُومیوں اور ایرانیوں کے خلاف معرکہ آرا ہوئے۔ اُنہوں نے دمشق کو فتح کیا۔ یرمُوک کے میدان میں رُومی دو لاکھ کا لشکر لے کر آئے خالدؓ نے اپنی فوج کے بکھرے ہوئے دستے جمع کر کے اِن سے جنگ شروع کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رُومیوں کو شکست ہوئی اور دنیا بھر میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔

خالد بن ولیدؓ کی عمر کا بڑا حصّہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے میں صَرف ہوا، جسم کا کوئی حصّہ ایسا نہ تھا جس پر تیر یا تلوار کے زخم نہ ہوں۔ خطرے کے موقع پر ہمیشہ سب سے آگے رہتے حضرت خالد بن ولیدؓ کم و بیش سوا سو لڑائیوں میں شریک ہوئے۔

اُن کی بڑی خواہش تھی کہ میدان جنگ میں لڑتے ہوئے شہید ہوں لیکن بیمار ہوگئے اور اِس کے بعد کسی لڑائی میں شامل ہونے کا موقع نہ ملا آخر ہجرت کے بائیسویں سال حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں انتقال ہوا۔

شہیدِ ملّت

عاصم شفیق، کراچی

شہیدِ ملّت لیاقت علی خان نے کرنال اور علی گڑھ میں تعلیم حاصل کی بعد میں مزید تعلیم کے لیے انگلستان چلے گئے وہاں سے اُنہوں نے قانُون کی ڈگری لی۔

وطن واپس آنے کے بعد اُنہوں نے سیاست میں باقاعدہ حِصّہ لینا شروع کر دیا اور مُسلسل چودہ سال تک مجلسِ قانون ساز کے رُکن رہے۔

کانگریس کے رویّے سے مایُوس ہو کر جب قائدِاعظمؒ نے اپنی توجہ مُسلم لیگ کو مضبُوط بنانے پر صَرف کی تو سیکریٹری کے اہم عہدے کے لیے اُنہوں نے لیاقت علی خان کو منتخب کیا، اب قائدِاعظمؒ مسلم لیگ کے صدر تھے اور لیاقت علی خان سیکریٹری۔ دونوں قائدین کا یہ ایسا ساتھ تھا جو قائدِاعظمؒ کی وفات پر ہی چھُوٹا۔ قائدِاعظمؒ اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ اعتماد قائدِ ملّت لیاقت علی خان پر ہی کرتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ جب پاکستان بنا تو قائدِاعظمؒ نے وزیرِاعظم کا اہم ترین عہدہ لیاقت علی خان کو ہی دیا، اور لیاقت علی خان ایک کام یاب وزیرِاعظم ثابت ہوئے۔ قائدِاعظمؒ کے اس انتخاب کا صحیح ثابت ہونا لازمی تھا، اُنھوں نے لیاقت علی خان سے جو کہا انھوں نے وہ کر دکھایا اور یہ ثابت کر دیا کہ قائدِاعظمؒ کا انتخاب غلط نہیں تھا۔

قائدِ ملّت کو پاکستان کی خدمت کرتے ابھی تقریبًا چار سال گزرے تھے کہ راوَل پنڈی کے ایک عوامی جلسے میں ایک شرپسند شخص نے اُنھیں گولی مار کر شہید کر دیا۔

لیاقت علی خان نے آخری وقت تک مُلک و قوم کی خدمت کی اور اپنے ملک و قوم کے لیے ہر طرح کی قربانیاں دیں۔

پشاور یونی ورسٹی

مقصود احمد تبسم، پشاور

پشاور سے چار میل دُور جمرود روڈ پر پشاور یونی ورسٹی واقع ہے یہ کافی پرانی یونی ورسٹی ہے۔ دنیا کی اچھی و خوب صورت یونی ورسٹیوں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ یہ پاکستان کی ایسی یونی ورسٹی ہے جس میں ہر قسم کے کالجز ہیں۔

پشاور یونی ورسٹی میں ایک نیا ہسپتال قائم کیا گیا ہے۔ جو حیات ٹیچنگ ہسپتال کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ایک بہت بڑا ہسپتال ہے۔ یہاں پر میڈیکل کالج کے طلبا کو ٹریننگ بھی دی جاتی ہے۔

جب ہم یونی ورسٹی میں داخل ہوں تو بائیں ہاتھ کی جانب ایک ایٹمی طبّی ہسپتال قائم ہے جسے "ارنم" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی خیبر میڈیکل کالج ہے۔ اور اس کی پچھلی جانب قائد اعظم کالج آف کامرس ہے۔ جہاں بی کام اور ایم کام کے طلبا تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس کے قریب ہی انجینئرنگ کالج ہے۔ جس کے دو حصے ہیں۔ ایک ٹیکنیکل انجینئرنگ کا اور دوسرا میکینیکل انجینئرنگ کا کالج ہے۔

پشاور یونی ورسٹی میں سب سے پرانا کالج اسلامیہ کالج ہے، جو ۱۹۱۳ء میں بنا۔ یہ بہت بڑا کالج ہے اور صوبہ سرحد کا سب سے بڑا کالج ہے۔ اس کالج کے بانی صاحب زادہ عبدالقیوم تھے۔

اس کالج کا تعلیمی معیار بہت بلند ہے۔ اس کالج کے تقریباً آٹھ ہاسٹل ہیں۔ جن میں دُور دراز علاقوں کے طلبہ رہتے ہیں۔ اس یونی ورسٹی میں لڑکیوں کے لیے بھی ایک ڈگری کالج ہے۔ ان کے علاوہ فارسٹ کالج، ایگریکلچر کالج، لاء کالج وغیرہ بھی ہیں۔ اس یونی ورسٹی کے بہت سے ہاسٹل ہیں۔ ان کے علاوہ پوری یونی ورسٹی میں ہر سال کھیلوں کے مقابلے منعقد ہوتے ہیں۔

اس یونی ورسٹی میں مختلف ڈیپارٹمنٹ ہیں۔ یہ ڈیپارٹمنٹ صرف ایم۔ اے کے طالب علموں کے لیے ہیں۔ ان کے علاوہ کیمسٹری، فزکس اسلامیات وغیرہ کے ڈیپارٹمنٹ وغیرہ بھی شامل ہیں۔

اس یونی ورسٹی میں ایک عظیم الشان ہال ہے جسے کانووکیشن ہال کہتے ہیں۔ اور طلبہ کے کھیلنے کے لیے بہت سے گراؤنڈ ہیں۔ تو یہ تھا پشاور یونی ورسٹی کا مختصر سا تعارف۔

گڑیا

مرسلہ محمّد عارف احمد، حیدر آباد

قُدرت نے ایک گڑیا پالی
نیلی نیلی آنکھوں والی
لگتی ہے یہ کتنی پیاری
لال بلاؤز نیلی سَاری
چہرے پر ہے اک شادابی
آنکھیں نیلی ہونٹ گلابی

بھورے بھورے بال ہیں اس کے
لال بھبھوکا گال ہیں اس کے
نازوں میں رہنے والی
ندرت نے ایک گڑیا پالی

حاضر دماغی

شاہد مسعود انجم، ماموں کانجن

امریکا کی ایک ریاست میں ایک شخص جیل کا داروغہ تھا۔ اس شخص کا نام کلارے تھا۔ وہ بڑا بہادر اور تیز ذہن انسان تھا۔ ایک دن وہ جیل خانے کے صحن میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ اس نے اپنے پیچھے آہٹ سنی، وہ چونکا اور جب اس نے پلٹ کر دیکھا تو ایک نہایت قوی، دیو ہیکل قیدی ہاتھ میں لوہے کی سلاخ لئے ہوئے آتا دکھائی دیا۔ جوں ہی مسٹر کلارے کی نظر اس قیدی پر پڑی، قیدی نے انہیں غضب ناک آنکھیں نکال کر دیکھا اور کہا، "کلارے چپکے بیٹھے رہنا، میں بھاگ رہا ہوں، اگر اگر تو نے سانس بھی لی تو میں تیری جان لے لوں گا۔ کلارے ذرا بھی نہ گھبرایا اس کے ہوش وحواس قائم تھے۔ کلارے نے مسکراتے ہوئے حیرت سے کہا،

"ارے تم آج ہی جارہے ہو، تمہاری رہائی کے کاغذات تو مجھے آج ہی ملے ہیں اور ان کی رو سے تو تمہیں کل رہا ہونا ہے۔" قیدی نے انتہائی غصے سے مسٹر کلارے کی طرف دیکھا اور جھنجھلا کر بولا، "کلارے یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" مسٹر کلارے نے کہا، "کہہ کیا رہا ہوں؟ میرے دوست تمہارے لیے آج ہی حکم آیا ہے کہ تمہیں کل جیل سے رہا کر دیا جائے، کاغذات میں تمہاری بڑی تعریف بھی کی گئی ہے کہ تم بڑے نیک اور اچھے آدمی ہو، ویسے جانے کو تم اب بھی جا سکتے ہو، لیکن مناسب یہی ہے کہ تم کل چلے جاؤ۔ اس طرح تمہارے بارے میں حکومت کی رائے اچھی رہے گی، اور ہاں میں تمہیں وہ کاغذ ہی نہ دکھادوں جو میری میز کے خانے میں رکھے ہوئے ہیں؟" یہ کہہ کر مسٹر کلارے میز کی طرف بڑھا اور میز کی دراز میں سے بھرا ہوا پستول نکال لیا۔ پستول دیکھتے ہی قیدی کے ہاتھ سے آہنی سلاخ گر پڑی اور وہ تھر تھر کانپنے لگا، مسٹر کلارے نے سلاخ اٹھالی اور اسے قید خانے میں بند کر آیا۔ اس کارنامے پر حکومت نے کلارے کو پچاس ڈالر بہ طور انعام دیئے۔

اگر کلارے دانائی اور حاضر دماغی سے کام نہ لیتا تو قیدی بھاگ نکلتا اور اسے انعام کے بجائے سزا ملتی۔

کچھ جنگلی جانور

رضوانہ زرین واجد، کراچی

آج ہم آپ کو ایسے جانوروں کے بارے میں بتائیں گے جو عام طور پر گھروں میں نہیں پائے جاتے اور ان کو آپ صرف جنگل یا مقامی چڑیا گھر میں دیکھ سکتے ہیں۔

گدھ: یہ لیجیے یہ گدھ ہے۔ آپ نے فضا میں گدھ منڈلاتے دیکھے ہوں گے۔ یہ مُردار خور پرندہ ہے۔ دنیا میں اس کی چودہ پندرہ قسمیں پائی جاتی ہیں۔ گدھ ایسے علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ جہاں گرمی اور دھُوپ ہو۔ سخت سردی یا زیادہ بارش والے علاقے میں وہ نہیں رہ سکتا۔ اس کی عُمر ایک سَو سے ایک ہزار سال تک ہوتی ہے۔ گدھ درختوں میں گھونسلا بنا کر رہتا ہے۔ مادہ گدھ ایک وقت میں صِرف ایک انڈہ دیتی ہے۔ جو بالعموم سفید یا مٹیالے رَنگ کا ہوتا ہے۔ عام گدھ گوشت کے علاوہ چھوٹی مچھلیاں اور سمندری کیڑے مکوڑے چٹ کر جاتا ہے گدھ تیس ہزار فٹ کی بلندی تک اُڑ سکتا ہے۔ (جیٹ مُسافر طیارے عام طور سے ۳۵ ہزار فیٹ کی بلندی پر اُڑتے ہیں)۔

چرخ: اس پنجرے میں چرخ ہے۔ جسے عموماً لکڑ بھگا کہا جاتا ہے۔ یہ ایک عجیب الخلقت جانور ہے۔ دُنیا کے تقریباً سب ہی جنگلوں میں موجود ہے۔ یہ اکثر مُردار کھاتا ہے۔ اس کی قوتِ شامّہ اعلا درجے کی ہوتی ہے۔ ایک میل دُور پڑے مُردہ جانور کی بُو سُونگھ لیتا ہے۔ چرخ کی کھال شیر سے ملتی جلتی ہے۔ منھ سیاہ رنگ کا اور بھیڑیے سے مشابہت رکھتا ہے کمر پر مُوٹے بال اور دُم کے سرے پر بالوں کا بڑا سا گچھا ہوتا ہے۔ بڑی بڑی چٹانوں کے اندر اپنا گھر بناتا ہے۔ اسے جنگل کا بھنگی بھی کہتے ہیں۔

چیتل: یہ ہرن کی ایک قِسم ہے۔ یہ جنگل کے تمام جانوروں میں سب سے حسین اور شرمیلا اور سادہ مزاج جانور ہے۔ اس کی کھال کا رنگ سُرخی مائل سُنہری ہوتا ہے۔ کھال پر سفید دھبّے ہوتے ہیں۔ اس کے سینگ چھ شاخہ ہوتے ہیں۔ ان کی لمبائی کا ریکارڈ ۱۴، انچ ہے۔ چیتل ہرن گروہ کی شکل میں گھُومتے ہیں۔ اور گھنی خاردار جھاڑیوں میں رہتے ہیں۔ چیتل اگر جھاڑیوں میں چھُپا ہو تو قریب سے دیکھنے کے باوجُود نظر نہیں آتا۔

جنگلی سانڈ: جنگل کے خطرناک ترین جانوروں میں یہ پہلے نمبر پر آتا ہے۔ قد و قامت اور وزن کے اعتبار سے اسے ایک چھوٹا ہاتھی سمجھ لیجیے اس کے پیر سُبک اور جسم بھاری ہوتا ہے اس کا وزن تقریباً ڈیڑھ ٹن یعنی ۴۲ من ہوتا ہے۔ اس کی سوا انچ موٹی کھال پر کہیں لمبے اور کہیں چھوٹے بال ہوتے ہیں۔ گردن نہایت موٹی اور سینگ لمبے اور سیدھے ہوتے ہیں۔ سینگوں کی لمبائی کا ریکارڈ اب تک دس فٹ آٹھ انچ کا ہے۔ اس کے دیکھنے کی قوّت حیرت انگیز ہے۔ جنگلی سانڈ زیادہ تر اُن کھُلے میدانوں میں رہتے ہیں جہاں لمبی لمبی گھاس اُگتی ہے۔ ہاتھی اور سانڈ ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں ان کے درمیان کافی خوف ناک لڑائی ہوتی ہے۔ سانڈ اپنے سینگ مار مار کر ہاتھی کو لہُولہان کر دیتا ہے۔ اور فتح اکثر سانڈ ہی کی ہوتی ہے۔

ارنا بھینسا: جنگلی سانڈ کے برعکس ارنا بھینسا سادہ

مزاج جانور ہے۔ اور قد و قامت اور جسمانی ڈیل ڈول بھی چھوٹا ہے۔ ناک سے لے کر دُم تک ساڑھے نو فٹ لمبا چھ فٹ اُونچا اور وزن ایک ہزار پانچ سو پونڈ کے لگ بھگ ہوتا ہے۔ سینگوں کی لمبائی چار فٹ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ نر بھینسے کا رنگ بھورا ٹانگیں سفید اور دُم کا سِرا سیاہ رنگ کا ہوتا ہے۔ پہاڑیوں کی چوٹی پر رہتا ہے۔ اور بانس کے پودے، جنگلی پھول گھاس اس کی غذا میں شامل ہیں۔ سونگھنے کی قوت اعلا درجے کی ہے۔ بھینسا آسانی سے شیر کے قابو میں نہیں آتا۔ مگر شیر بڑے مقابلے کے بعد اپنے پنجوں اور دانتوں کے بل پر آخرِ کار بھینسے کی تِکّا بوٹی کر ڈالتا ہے۔

برسات

مرسلہ: سید واجد علی، کراچی

برسات کی خوشی ہے
بلبل چہک رہی ہے
مینڈک بھی ٹرٹرایا
توتا بھی چہچہایا
سبزہ بھی لہلہایا
بادل بھی گھِر گھِر آیا
برسات کی خوشی ہے
بلبل چہک رہی ہے
کوئل بھی کوکتی ہے
مینا بھی بولتی ہے
بچوں کو بھی خوشی ہے
ہر سمت زندگی ہے
برسات کی خوشی ہے
بلبل چہک رہی ہے

ایک مِنٹ کی قیمت

محمد طارق جاوید، آزاد کشمیر

"بھائی جان! آپ ایک منٹ انتظار کریں"

یہ فقرہ ہم اپنی روز مرّہ بات چیت میں اکثر استعمال کرتے ہیں، لیکن ہم نے آج تک ایک منٹ میں ہونے والی تبدیلیوں اور تغیرات پر غور نہیں کیا۔ ان ساٹھ سیکنڈوں میں دُنیا میں کس قدر انقلابات آتے ہیں، کتنی پیدائشیں اور اموات ہوتی ہیں؟

ہم اگر اپنے گرد و پیش کا بغور مطالعہ کریں تو دیکھیں گے کہ ایک منٹ بذاتِ خود نہایت ہی حقیر اور معمولی ہے۔ لیکن غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک منٹ میں انسان بہت کچھ کر سکتا ہے۔ انسان ایک منٹ میں دو سو گز چل سکتا ہے اور چار سو گز دوڑ سکتا ہے۔ ایک سو پچاس الفاظ بول سکتا ہے۔ چالیس الفاظ لکھ سکتا ہے۔ تین سو سے زائد الفاظ سمجھ کر پڑھ سکتا ہے۔ انسان ایک منٹ میں چار سو دس مکعب انچ ہوا اپنے پھیپھڑوں کے اندر لے جاکر باہر نکال سکتا ہے۔ ایک منٹ میں اس کا دِل تقریباً ساڑھے چھ سیر خون رگوں میں بھیج دیتا ہے۔ صرف ایک منٹ میں خون جسم کے کونے کونے کا چکر لگا کر دِل میں واپس آجاتا ہے۔ صحت مند آدمی کا دِل ایک منٹ میں

بہتر ۷۲ بار دھڑکتا ہے اور آدمی ایک منٹ میں اٹھارہ مرتبہ سانس لیتا ہے۔

یہ تو تھیں ایک منٹ میں انسانی جسم میں رُونما ہونے والی تبدیلیاں۔ اب اگر ہم دنیا پر نظر ڈالیں تو ہمیں یہ جان کر حیرت ہوگی کہ زمین ایک منٹ میں اپنے محور کے گرد نو سو پچاس (۹۵۰) میل کا چکّر لگاتی ہے۔ ایک منٹ میں دنیا میں ایک ہزار چار سو (۱۴۰۰) مکعب فیٹ بارش ہوتی ہے۔ جب کہ اسی عرصے میں سمندر پینتیس ہزار (۳۵۰۰۰) ٹن میٹھا پانی دریاؤں سے حاصل کرتے ہیں۔ دنیا کی آبادی میں ایک منٹ میں ایک سو (۱۰۰) نفوس کی موت اور ایک سو چودہ (۱۱۴) نفوس کی پیدائش ہوتی ہے۔ ایک منٹ میں چونتیس (۳۴) شادیاں ہوتی ہیں۔ جب کہ تین طلاقیں ہوتی ہیں۔ ایک منٹ میں ساٹھ لاکھ (۶۰۰۰۰۰۰) سگرٹ پیے جاتے ہیں اور ایک لاکھ دس ہزار (۱۱۰۰۰۰) اخبارات فروخت ہوتے ہیں۔ دو لاکھ دس ہزار (۲۱۰۰۰۰) ٹیلے فون کیے جاتے ہیں۔

انسان ایک منٹ میں تریسٹھ ہزار آٹھ سو (۶۳۸۰۰) گیلن پانی پیتے ہیں۔ جب کہ چار ہزار ٹن (۴۰۰۰) خوراک کھائی جاتی ہے۔ کانوں سے تین ہزار تین سو (۳۳۰۰) ٹن کوئلہ نکالا جاتا ہے۔ ایک منٹ میں سات سو (۷۰۰) ٹن فولاد بنایا جاتا ہے۔ ایک منٹ میں چار ہزار چھ سو (۴۶۰۰) نئے جوتے بنتے ہیں۔ اور اٹھارہ نئی کاریں بنتی ہیں۔ چھ ہزار (۶۰۰۰) شہابی پتھر آسمان سے گرتے ہیں اور کُرۂ ارض پر ایک منٹ میں اڑتیس (۳۸) طوفانی گرداب آتے ہیں۔

اور یہ کتنی عجیب بات ہے کہ یہ سب کچھ صرف ساٹھ سکینڈ میں ہوتا ہے جس ایک منٹ کی ہمیں کچھ قدر نہیں ہے اگر ہم ایک منٹ کی قدر کرنا شروع کر دیں۔ تو ہم ملکی پیداوار میں اضافہ کر کے متذکرہ بالا اعداد و شمار میں نمایاں اضافہ کر سکتے ہیں۔

شُترمُرغ

محمد عبّاس انجم، حافظ آباد

پرندوں کی انوکھی دنیا میں ایک پرندہ شترمُرغ بھی ہے۔ چوں کہ اس کی گردن اونٹ کی طرح لمبی اور باقی جسم مُرغ جیسا ہوتا ہے، اس لیے اس کو شترمُرغ کہتے ہیں۔ یہ دنیا کا سب سے بڑا پرندہ ہے۔ اگرچہ اس کے پَر ہوتے ہیں لیکن بے کار، کیوں کہ یہ اُڑ نہیں سکتا۔ اس کی وجہ اس کا بھاری بھرکم جسم ہے۔ شترمُرغ کا وزن تین سو پونڈ کے لگ بھگ ہوتا ہے۔ اس کی اونچائی آٹھ فیٹ سے نو فیٹ تک ہوتی ہے۔ لمبے قد کا انسان بھی شترمُرغ کے آگے بچّہ لگتا ہے۔ اس کو دوڑنے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا شمار تیز رفتار جانوروں میں ہوتا ہے اس کی ٹانگیں بہت زیادہ مضبوط ہوتی ہیں اور تیز دوڑنے میں اس کی مدد کرتی ہیں۔ خطرہ محسوس ہونے پر شترمُرغ چالیس سے پچاس میل فی گھنٹے کی رفتار سے دوڑ سکتا ہے

دوڑنے میں شتر مرغ کو اپنے پیروں سے بھی مدد ملتی ہے۔ یہ اپنے پروں کو ہوائی جہاز کے پنکھوں کی طرح پھیلا لیتا ہے۔ اور چھلانگیں لگاتا ہوا دوڑتا ہے۔ یہ تیس فیٹ کی چھلانگ بڑے آرام کے ساتھ لگا لیتا ہے۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ لاکھوں سال پہلے شتر مرغ آسمان میں اُڑنے والا پرندہ تھا۔ اُن دِنوں اس کی ٹانگیں بہت پتلی اور چھوٹی تھیں، وقت کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ شتر مرغ زمین پر چلنے لگا۔ زمین پر دوڑنے سے اس کی ٹانگیں لمبی و مضبوط ہوتی گئیں۔ جسم کا وزن بھاری ہونے سے اسے اُڑنے میں پریشانی ہونے لگی۔ یوں آہستہ آہستہ اس کی اُڑنے کی عادت بالکل ہی چھوٹ گئی۔

شتر مرغ زیادہ تر افریقہ، صومالی لینڈ، سوڈان، شمالی کینیا، مشرقی خطِ استوا، جنوبی روڈیشیا اور جنوبی ٹرانسوال میں پائے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پہلے عرب میں بھی پایا جاتا تھا۔ مگر ۱۹۴۱ء سے وہاں کبھی نہیں دیکھا گیا۔

شتر مرغ سے ملتی جلتی پرندوں کی نسلیں اوسٹریلیا اور جنوبی امریکا میں پائی جاتی ہیں۔ اوسٹریلیا میں پائے جانے والے شتر مرغ جیسے جانور کو "ایمو EMU" کہتے ہیں۔ اس کا قد پانچ فیٹ ہوتا ہے۔ جنوبی امریکا میں پایا جانے والا پرندہ "ری" کہلاتا ہے۔ ان دونوں کے پاؤں میں تین تین انگلیاں ہوتی ہیں۔ مگر شتر مرغ کے پیروں میں صرف دو انگلیاں ہوتی ہیں۔ شتر مرغ زیادہ تر چار یا چھ کی ٹکڑیوں میں رہتا ہے۔ ٹکڑی میں ایک نر اور باقی مادائیں ہوتی ہیں۔ کبھی کبھی شتر مرغ زیبرا یا ہرنوں کے جھنڈ میں بھی مل جاتے ہیں۔ شتر مرغ کی نظر بے حد تیز ہوتی ہے۔ آرام کرتے وقت یہ گردن زمین پر رکھ دیتا ہے۔ دُور سے دیکھنے پر اس کا صرف جسم ہی نظر آتا ہے اور ایسا لگتا ہے گویا اس نے اپنی گردن ریت میں چھپا لی ہو۔

مادہ شتر مرغ ایک بار میں پندرہ انڈے دیتی ہے پرندوں میں سب سے بڑا پرندہ تو یہ ہوتا ہی ہے مگر اس کا انڈہ بھی سب سے بڑا ہوتا ہے۔ انڈے کا وزن تقریباً تین پونڈ ہوتا ہے۔ انڈے کی دیکھ بھال نر اور مادہ دونوں کرتے ہیں۔ مادائیں دن میں انڈے سیتی ہیں اور نر رات کو۔ انڈے دینے کے چھ ہفتے بعد انڈوں سے چوزے نکلتے ہیں۔ شتر مرغ اپنے چوزوں سے بہت پیار کرتے ہیں شتر مرغ کے پَر بہت خوب صورت ہوتے ہیں۔ نر شتر مرغ کے پَر تیز سیاہ اور چمک دار ہوتے ہیں۔ جب کہ مادہ شتر مرغ کے پَر بھورے اور ہلکے بادامی رنگ کے ہوتے ہیں۔ یہ بہت ملائم اور قیمتی ہوتے ہیں۔ اور یورپ کے بازاروں میں بھاری داموں میں فروخت ہوتے ہیں۔

پرانے زمانے میں بادشاہ انہیں اپنے تاج میں سجاتے تھے۔ پَر حاصل کرنے کے لیے افریقہ میں بہت سے مقامات پر شتر مرغ پالے جاتے ہیں۔ تھوڑے تھوڑے عرصے بعد ان کے پَر کاٹ لیے جاتے ہیں۔ ان کے کاٹنے سے شتر مرغ کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

ماریطانیہ

مظہرالحق حکیم رانا، لیاقت پور

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے بعد دُنیا کا یہ دوسرا اسلامی مُلک ہے۔ جس کا نام اسلامی جمہوریہ ماریطانیہ ہے۔

ماریطانیہ میں مراکش کے حکمران موابطین کے عہد میں مسلمانوں کے قدم پہنچے اور اِن کے توسّط سے یہاں بربر اور افریقی قبائل مسلمان ہوئے۔ یہ علاقہ مراکش اور مالی حکومتوں کا ایک حصّہ بنا رہا۔ پندرھویں صدی عیسوی میں یہاں مقامی سرداروں کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ جن میں خاندان تُراب کی سلطنت بہت مشہور ہے۔

اِس ملک کا رقبہ ۳،۹۷،۹۵۰ مربع میل اور آبادی ۱۱،۵۰،۰۰۰ افراد پر مشتمل ہے۔ یہ ملک ۱۰۰ فی فیصد مسلمان ہے۔ اس لحاظ سے یہ سعودی عرب کے بعد دوسرے نمبر پر آتا ہے۔

سنہ ۱۴۴۳ء میں سب سے پہلے پرتگیزیوں کے قدم ماریطانیہ کے ساحل پر آئے۔ سنہ ۱۸۸۰ء میں فرانس جنوبی حصّے اور پھر سنہ ۱۹۰۹ء میں پورے ماریطانیہ پر قابض ہوگیا۔ فرانس نے اسے ۴ دسمبر سنہ ۱۹۲۰ء کو اپنی نوآبادی بنالیا۔ ماریطانیہ ۲۸ نومبر سنہ ۱۹۶۰ء کو آزاد ہوا۔ ماریطانیہ کے پہلے صدر مختار الدادہ منتخب ہوئے۔

ماریطانیہ کی زرعی پیداوار کھجور، تیل کے بیج، گندم، جَو، تمباکو، گوند اور پھل ہے۔ رومن شمال مغربی افریقہ کو ماریطانیہ کہا کرتے تھے اور لفظ "مُور" اسی لفظ سے نکلا ہے۔ جس سے مراد ہے عرب نسل کے بربر۔

عقل مند قاضی

محمود صدیقی، کراچی

ایک دفعہ کسی دیہاتی نے ایک امیر آدمی سے کچھ رُپے قرض لیے، چند ماہ بعد وہ رقم واپس کرنے کے لیے چلا تو اتفاق سے امیر آدمی سے راستے ہی میں ملاقات ہوگئی۔ دونوں ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور دیہاتی نے ساری رقم

اسے واپس کردی۔ کچھ عرصہ گزرا تو امیر آدمی نے دیہاتی سے دوبارہ رقم کا تقاضا کیا۔ بے چارہ دیہاتی بہت پریشان ہوا۔ اس نے بہت یاد دلایا کہ میں نے فلاں درخت کے نیچے رقم واپس کردی تھی، مگر امیر آدمی نہ مانا اور اس نے قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کردیا۔ یہ قاضی بے حد عقل مند تھا مشکل مقدّمے کا فیصلہ جلد ہی کرلیتا تھا۔ دونوں آدمیوں کے بیان سننے کے بعد قاضی نے دیہاتی سے کہا۔ "تمہاری رقم کی ادائی کا کوئی گواہ بھی ہے ؟"

دیہاتی نے جواب دیا۔ "ہماری ملاقات راستے میں ہوئی تھی میں نے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر رقم دے دی تھی اس وقت ہمارے پاس کوئی دوسرا آدمی نہیں تھا۔"

قاضی نے کہا "درخت تمہاری گواہی دے سکتا ہے۔"

دیہاتی نے کہا "جناب کبھی درخت بھی گواہی دیتا ہے ؟"

"درخت بھی گواہی دے سکتا ہے جاؤ، میرا نام لے کر درخت کو بلا لاؤ!" قاضی نے کہا۔

دیہاتی یہ سُن کر بے حد پریشان ہوا کہ اس عجیب و غریب حکم کو کیسے بجا لائے، لیکن قاضی کا حکم ماننا تھا، لاچار عدالت سے باہر چلا گیا۔ یہ سب کچھ ہونے کے بعد امیر آدمی کو اپنی کامیابی کا پورا یقین ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد قاضی نے امیر آدمی سے پوچھا، "کسان ابھی تک درخت کو لے کر آیا نہیں کیا درخت یہاں سے دور ہے؟"

اس پر اس آدمی کے منھ سے خود بخود نکل گیا، "نہیں جناب، وہ بالکل نزدیک ہے۔" اتنا کہنا تھا کہ قاضی نے دیہاتی کو واپس بلا لیا اور امیر آدمی سے کہا، "اگر تم نے اس درخت کے نیچے بیٹھ کر کسان سے پیسے نہیں لیے تھے تو پھر تمھیں اس درخت کا فاصلہ کیسے معلوم ہے۔" امیر آدمی یہ سن کر بڑا پریشان ہوا، مگر اب کیا ہو سکتا تھا قاضی نے وہی پیسے جو کسان نے امیر آدمی کو دیے تھے کسان کو واپس دلوا دیے اور امیر آدمی کو جھوٹ بولنے کی سزا الگ دی۔

چھٹیاں کیسے گزاریں

کوثر انصاری، کراچی

فرحی، گڈّو اور بشرہ تمام پرانے کھیلوں سے بور ہو چکے تھے۔ اور اب کوئی نیا کھیل کھیلنے کے لیے پلان بنایا جا رہا تھا۔ دراصل تینوں بچّوں کی موسم گرما کی چھٹیاں تھیں۔ تینوں نے اسکول کا کام جلدی جلدی ختم کر لیا تھا۔ جب کہ ابھی چھٹیاں ختم ہونے میں خاصے دن باقی تھے۔ اور وہ تقریباً سارے کھیل کھیل چکے تھے، اب انہیں اُکتاہٹ محسوس ہونے لگی تھی۔ فرحی کی گڑیا کی شادی بھی ہو چکی تھی۔ گڈو کی گیند بھی کھڑکی کا شیشہ توڑ کر باہر کہیں لان میں گم ہو گئی تھی۔ غرض یہ کہ آج کل دن بالکل بے کار گزر رہے تھے۔

آج جب تینوں بچے شام کے وقت باغ میں جمع ہوئے تو تینوں نے سوچا کہ کوئی نیا کھیل کھیلا جائے۔ گڈو نے رائے دی کہ تین روز کے لیے جو میلہ لگا ہوا ہے وہ دیکھا جائے۔ مگر اس طرح ان کے تمام پیسے بھی خرچ ہو جاتے۔ اس لیے کسی نے پسند نہیں کیا۔ آخر تینوں سوچتے رہے۔ بشرہ ایک دم اُچھل پڑی۔ آہا! .... خوب یاد آیا۔ جب پچھلی گرمیوں کی چھٹیاں ہوئی تھیں تو ہم انکل کے گھر گئے تھے۔ اُنھوں نے ایک بہت اچھا سا طریقہ چھٹیاں گزارنے کا بتایا تھا۔ فرحی اور گڈو بولے، "ہمیں بھی بتاؤ۔"

بشرہ کہنے لگی وہ طریقہ یہ تھا کہ ہر شام کو انکل ہم سب بچوں کو لائبریری لے جاتے۔ جہاں بچوں کے پڑھنے کی ڈھیر ساری کتابیں ہوتی تھیں۔ وہ ہم سب سے کہتے کہ جو بھی کتاب پسند آئے۔ وہ غور سے پڑھو پھر ہم رات کو ان کے بارے میں سوالات کریں گے۔

ہم سب بچے اپنی اپنی پسند کی کتابیں لے کر پڑھتے پھر گھر آ کر انکل سب سے باری باری پوچھتے کہ کس نے کیا پڑھا؛ کون سا مضمون اور کہانی اچھی لگی؛

پھر وہ ایک دو سوالات بھی کرتے۔ کبھی کبھار کوئی مشکل لفظ کسی بچّے کی سمجھ میں نہ آتا تو وہ اپنی رف کاپی میں لکھ لیتا اور شام کو انکل سے پوچھ لیتا۔ چوں کہ اتوار کو لائبریری بند ہوتی تو انکل ہم سب بچّوں کو پارک لے جاتے۔ اور وہاں ہم کھیلتے، کودتے یا پھر کوئی بچّہ باغ کی تصویر بنا کر انکل کو دکھاتا اور وہ اُسے انعام دیتے۔ خوب مزہ آتا۔ اس طرح ہماری پچھلی چھٹیاں بہت اچھی گزریں۔ جب ہی تو مجھے بچّوں کی بہت سی کہانیاں یاد ہیں۔ اور اب مجھے بڑے بڑے لیڈر جیسے قائدِ اعظمؒ اور علامہ اقبال کے بارے میں بہت سی معلومات ہیں اور آنحضرتؐ کے بارے میں بھی پیاری پیاری باتیں معلوم ہیں۔ اور اب میری اردو بھی اچھی ہو گئی ہے۔"

سب بچّوں نے اس رائے کو بہت پسند کیا۔ اس طرح سب نے مل کر سوچا کہ کل سے تینوں بچّے روزانہ بچّوں کی لائبریری جا کر اچھی اچھی کتابیں پڑھا کریں گے اور آپس میں ایک دوسرے کو سنایا کریں گے۔ اگر کوئی مشکل لفظ ہو تو اس کو الگ کاپی پر لکھ لیا کریں گے اور امّی ابو سے پوچھ لیا کریں گے۔ اس طرح ان کی چھٹیاں بھی اچھی گزریں گی۔

چوں کہ اب کافی شام ہو چلی تھی۔ اس لیے تینوں بچّے خوش خوش اپنے اپنے گھروں کی طرف چل دیے۔

دریا کنارے

مسز عبدالوحید، حیدر آباد

چلیں آؤ سب مل کے دریا کنارے
بلاتے ہیں ہم کو یہ دل کش نظارے
یہ پانی کی لہریں مچلتی اچھلتی ! ! ! !
یہ سورج کی کرنیں چمکتی دمکتی
یہ پھولوں کے پودے بڑے دلربا ہیں
یہ گاتے پرندے بڑے خوش ادا ہیں
یہ موسم سہانا دلوں کو لبھائے
یہ منظر سہانا ہمیں گدگدائے
چلیں آؤ سب مل کے دریا کنارے
بلاتے ہیں ہم کو یہ دل کش نظارے

کام یابی کا راز

ایم۔ اسلم میمن، کراچی

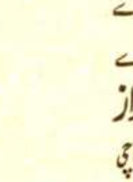

"اختر کیا تم اپنے ذہن سے اس بات کو نہیں نکال سکتے کہ تم اچھے نمبروں سے پاس نہیں ہو سکتے۔ اپنے اس احساسِ کمتری کو نکال دو جو تمہیں اچھے نمبروں سے پاس ہونے پر روک رہا ہے۔ جتنی پڑھائی تم کرتے ہو اتنی ہی میں کرتا ہوں مجھ میں جو صلاحیتیں ہیں وہ تم اپنے اندر بھی پیدا کر سکتے ہو۔" اسلم نے اختر کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ جو اس سال امتحان کے موقع پر اچھی خاصی اسٹڈی کرنے کے باوجود نروس ہو گیا تھا۔ اختر نے اپنے

چہرے پر مصنوعی مُسکراہٹ لاتے ہوئے جواب دیا، "اسلم میں کیا کروں ہر سال اچھّی پڑھائی کرنے کے بعد جب امتحان کے کمرے میں پہنچتا ہوں تو نہ جانے مجھے کیا ہو جاتا ہے اور جب پرچہ ہاتھ میں آتا ہے تو میرے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ یہ مُشکل پرچہ حل ہوتا ہے۔" "دیکھو اختر تم اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کرو اور امتحان کے بارے میں تم نے اپنے ذہن پر خوف کا جو خول چڑھایا ہُوا ہے اس کو اُتار پھینکو۔ اس سال ہیڈ ماسٹر نے ہر کلاس کے اوّل، دوُم اور سوُم آنے والے لڑکوں کے لیے انعامات بھی رکھے ہیں جانتے ہو اگر تم نے انعام حاصل کر لیا تو اسکول میں تمہاری کتنی عزّت ہوگی ہر کوئی تمہاری ذہانت پر رشک کرے گا۔" اسلم نے اختر کو لالچ دیا۔ اسلم کی باتیں اختر کے ذہن میں بیٹھتی چلی گئیں اور اس نے اپنے دل میں تہیّہ کر لیا کہ وہ اس سال انعام ضرور حاصل کرے گا۔ اُسلم نے جب اختر کے چہرے پر جوش کے آثار دیکھے تو اسے بے حد خوشی ہوئی۔ اسلم اسی سال اسکول میں داخل ہوا تھا۔ دونوں ایک ہی کلاس یعنی آٹھویں میں پڑھتے تھے۔ دونوں میں بے پناہ محبت تھی آج اس نے تہیّہ کر لیا تھا کہ وہ اختر کو اُن اندھیروں سے نکال لائے گا جو اس نے اپنے اوپر مُسلط کر رکھے تھے؛ اس کی کوشش کام یاب ہوگئی۔ کل پہلا پرچہ تھا، اختر کے چہرے پر کہیں خوف کے آثار نہ تھے بلکہ وہ بے حد مطمئن تھا، اسے اُمید تھی کہ وہ اچھے نمبروں سے ضرور پاس ہو گا۔

آج تمام کلاسوں کے رزلٹ کا دن تھا پورے ہال میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی، اختر اور اسلم ایک جگہ بیٹھے اپنے اپنے رزلٹ کا انتظار کر رہے تھے ہیڈ ماسٹر صاحب کے آنے پر پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا ہیڈ ماسٹر صاحب کی مختصر سی تقریر کے بعد رزلٹ کا نمبر آیا دوسری کلاسوں کے رزلٹ دینے کے بعد جب آٹھویں جماعت کے رزلٹ کا اعلان ہونے لگا تو اختر نے اپنا سانس روک لیا، ہیڈ ماسٹر صاحب نے اعلان کیا کہ آٹھویں جماعت میں اوّل نمبر پر اسلم آیا ہے۔ پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا اسلم رزلٹ لے کر اپنی جگہ پر آیا وہ بے حد خوش تھا دوسرے نمبر پر کلاس کے مانیٹر انور کا نام پکارا گیا ہال تالیوں سے گونج اٹھا، اختر کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں ہیڈ ماسٹر صاحب نے اناؤنس کیا کہ تیسرے نمبر پر آنے والا اختر ہے رزلٹ اور انعام لیتے ہوئے اختر کے ہاتھ خوشی سے کانپ رہے تھے، انعام لے کر وہ بھاگتا ہوا اسلم کے پاس آیا اور اُس کو گلے سے لگا لیا۔ سچ ہے جو شخص کوشش کرتا ہے کام یابی ضرور اس کے قدم چومتی ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رح

علی رضا خان، کراچی

دُنیا میں ایسے بھی لوگ آتے ہیں جو اپنے کارناموں علم اور نیک کردار کی وجہ سے مشہور ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں ایسی بہت سی شخصیتیں نظر

آئیں گی۔ اِن میں سے ایک حضرت داتا گنج بخشؒ بھی ہیں۔ آپ غزنی کے رہنے والے تھے، آپ کا پورا نام ابو الحسن علی ابن عثمان ہجویریؒ ہے۔ آپ گیارھویں صدی عیسوی کے شروع میں پیدا ہوئے۔ اُس وقت غزنی میں سلطان محمود کی حکومت تھی۔ غزنی علم و فن کا مرکز تھا۔ اُس عہد کی بہت سی بزرگ ہستیوں میں آپ کا نام بھی شامل ہے۔ آپ نے غزنی کے دو محلّوں ہجویرا اور جلاب میں پرورش پائی۔ اسی لیے آپ ہجویری اور جلابی کہلاتے تھے۔ آپ کو زیادہ تر ہجویری کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت علیؓ سے ملتا ہے۔ آپ کی زندگی کا زیادہ تر حصّہ سیر و سیاحت میں گزرا۔

آپ حضرت ابو الفضل کے مرید تھے، ابو الفضل محمد بن حسن ختلیؒ بہت بڑے بزرگ تھے، آپ نے روحانی تعلیم اُن ہی سے حاصل کی، حضرت داتا گنج بخشؒ کے مرشد نے اُنہیں ہندستان بھیج دیا، پھر آپ کو لاہور جانے کا حکم ملا، وہاں پر جاتے ہی آپ نے ایک مسجد بنائی، اُس میں درس کا سلسلہ جاری کیا۔ "راجو" نامی وہاں کے ہندو حاکم نے اسلام قبول کیا، بعد میں "راجو" شیخ ہندی کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپ نے بہت سی کتابیں تحریر کیں۔ اُن میں "کشف المحجوب" بہت مشہور ہے، اس کتاب کا ترجمہ اردو کے علاوہ انگریزی میں بھی ہو چکا ہے، لاہور میں آپ چونتیس برس تک خلقِ خدا کو فیض پہنچاتے رہے، آپ نے ۱۰۷۳ء میں کم و بیش ستر برس کی عمر میں وفات پائی۔

آپ کا خوب صورت مزار لاہور میں ہے۔ آپ کے آستانے پر شاہ و گدا سب ہی آتے ہیں۔ سلطان غزنوی، اکبر، جہاں گیر، دارا شکوہ، شاہ جہاں اور مہا راجا رنجیت سنگھ سب نے آپ کے مزار پر حاضری دی۔

غبارے والا

مرسلہ: ندیم سلطان راہی، کراچی

وہ آیا غبارے والا
ساتھ اپنے غبارے لایا

لال، گلابی، ہرے، نیلے
سرخ، سفید اور کالے پیلے
کیسی پیاری رنگت والے
ڈالی ڈالی سنگت والے

وہ آیا غبارے والا
ساتھ اپنے غبارے لایا

دیکھنے میں یہ کیسے اچھے
دوڑ کے پہنچے سارے بچے
ایک غبارہ ہاتھ سے چھوٹا
اونچائی پہ اُڑ کر پہنچا

وہ آیا غبارے والا
ساتھ اپنے غبارے لایا

غبارے کو گیس سے بھر کے
دیتا ہے وہ ایک ایک کرکے
بچّے غبارہ لے کر
دوڑ کے جاتے ہیں اپنے گھر
وہ آیا غبارے والا
ساتھ اپنے غبارے لایا

کاغذ

کامران عشرت ۔ ملتان

موجودہ زمانے میں کاغذ کی اہمیت سب ہی جانتے ہیں، کتابیں، کاپیاں، اخبارات، رسائل سب کاغذ ہی پر چھپتے ہیں۔ موٹے کاغذ یعنی گتّے سے ڈبے وغیرہ بنتے ہیں۔ کاغذ کی وجہ سے ہی ہمیں اپنے آباؤاجداد کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں اور اسی کاغذ سے ہماری اگلی نسلیں ہمارے حالات پڑھیں گی۔

آج سے کافی عرصہ پہلے جب لوگ کاغذ بنانا نہیں جانتے تھے تو اُن کی خواہش تھی کہ اُن کے کارنامے ہمیشہ زندہ رہیں، پہلے تو یہ سب باتیں سینہ بسینہ یاد رہیں لیکن بعد میں ضرورت پڑی کہ کوئی ایسی چیز ملے جس میں سب کارنامے محفوظ رہیں۔ چناں چہ اس طرح لکھنے کا رواج ہوا، لیکن اس وقت لکھنے کا طریقہ یہ تھا کہ کچھ نشانات لگا دیے جاتے تھے ان نشانات کا اس واقعہ سے تعلق ہوتا تھا۔

چوں کہ اس زمانے کے لوگ کاغذ بنانے سے واقف نہیں تھے، اس لیے وہ درخت کی چھال، ٹھیکریوں یا جانوروں کی کھال وغیرہ پر لکھا کرتے تھے۔

آج سے کوئی دو ہزار سال پہلے مصریوں نے کاغذ تیار کیا۔ اس کے بعد چینیوں اور عربوں نے بھی اس میں دل چسپی لی۔ انگریزی زبان میں کاغذ کو پیپر (PAPER) کہتے ہیں۔ تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ یہ لفظ دراصل پیپرس سے بنا ہے۔ یہ ایک قسم کی گھاس ہوتی تھی جس کی مدد سے مصر کے لوگ ایک موٹا سا کاغذ بنا لیا کرتے تھے۔ یہ بعد میں پیپرس بن گیا۔

اس زمانے میں اگرچہ کاغذ پر لکھنے کا رواج ہو گیا تھا لیکن چھاپہ خانہ نہ ہونے کی وجہ سے کتابیں ہاتھ سے لکھی جاتیں، اس لیے یہ بہت مہنگی پڑتی تھیں اور اس کو صرف امیر اور بادشاہ لوگ ہی خرید سکتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ کاغذ اتنا عمدہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ چناں چہ عربوں نے کاغذ کو ایک خاص لمبائی و چوڑائی میں بنانے کا طریقہ ایجاد کیا۔ یہاں سے یہ فن ہسپانیہ چلا گیا اور اس طرح تعلیم کو بہت فروغ ہوا۔ اسپین میں اسلامی حکومت کے ختم ہونے سے کاغذ کی صنعت کو کافی نقصان ہوا۔ یہاں سے یہ فن ہالینڈ، فرانس اور جرمنی تک پھیل گیا۔

چھاپے کی مشین کے مقبول ہونے کے بعد کاغذ سازی میں کافی ترقی ہو گئی۔ اب کاغذ دنیا کے مختلف ملکوں میں بنتا ہے۔ پاکستان میں بھی کاغذ بنانے کے کارخانے ہیں۔

ابتدائی طبّی امداد

عبدالکریم ڈیانی، کراچی

ابتدائی طبّی امداد یعنی فرسٹ ایڈ کی اہمیت سے اِس دور میں کون واقف نہیں۔ فرسٹ ایڈ یا ابتدائی طبی امداد کیا ہے؟ اس کے بارے میں آپ پہلے ہی سے بہت کچھ جانتے ہوں گے۔ مگر میں یہاں اس کی مختصراً وضاحت کرتا چلوں۔ عام طور پر گھر، محلّے، سڑک یا سفر میں ایسے چھوٹے بڑے حادثات ہوتے رہتے ہیں۔ جن سے انسانی جانوں کو شدید یا معمولی نقصان پہنچتا ہے۔ اور ان انسانی جانوں کو فوری طور پر ابتدائی طبی امداد کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر گھر میں کسی فرد کے چھت سے گرنے سے اس کے سر میں شدید چوٹ آجاتی ہے۔ یا کھانا پکاتے ہوئے جل جانے سے یا کسی حادثے کی صورت میں اس فرد کو فوری پر طبی امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اِس کی دوسری مثال آپ محلّے یا سڑک کے واقعات کی لے سکتے ہیں ہم ایک انتہائی ترقی یافتہ مشینی دور سے گزر رہے ہیں۔ آج کل ہم اپنی سواری کے لیے جانور استعمال نہیں کرتے۔ اِن کی جگہ بڑے بڑے شہروں میں ٹرانسپورٹ گاڑیاں کثیر تعداد میں سڑکوں پر چلتی ہیں۔ اور اس پر طرّہ یہ کہ ہمارا ٹریفک کا نظام پیچیدہ ہے۔ آئے دن آپ اخبارات میں مختلف افراد کے زخمی ہونے اور ہلاک ہونے کی خبریں پڑھتے رہتے ہیں۔ اس کی وجہ بھی محض یہی ہے کہ اُن کو فوری طور پر طبّی امداد نہیں ملتی اور جسم سے خون بڑی مقدار میں بہہ جاتا ہے۔ ایسے حادثات تو آپ نے بھی خود اپنی آنکھوں سے دیکھے ہوں گے۔ مگر فوری ابتدائی طبّی امداد سے ناواقفیت کی وجہ سے آپ صرف دیکھتے اور افسوس کرتے رہ گئے۔ کوئی انسانی جان اتنی سستی نہیں کہ وہ سڑکوں پر سسکتے ہوئے دم توڑ دے۔ اسی طرح عموماً اسکولوں، کالجوں اور محلّے کے دوستوں کے ساتھ آپ کو اپنے شہر سے باہر پکنک پر جانے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ ایسے موقع پر اگر خدانخواستہ کوئی حادثہ ہوجاتا ہے تو ہر ایک کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں اور کوئی چیز سمجھ میں نہیں آتی۔ حادثے کے متاثرین کو فوری طور پر امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ ان کی جان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

ابتدائی طبی امداد یا فرسٹ ایڈ سے مراد یہ ہے کہ مریض یا حادثے کے زخمی یا متاثرین کو معالج یا ڈاکٹر تک پہنچنے سے پہلے ایسے موثر طریقے سے طبّی امداد دی جائے تاکہ اس کے جسم سے مزید خون ضائع نہ ہو اور زخم فوری طور پر بگڑنے سے محفوظ ہو جائیں اور ڈاکٹر، معالج یا قریبی ہسپتال تک خیریت سے پہنچ جائے۔ اور جہاں اُس کا مکمل علاج آسانی سے ہوجائے۔

فرسٹ ایڈ یا ابتدائی طبی امداد کی تربیت لینا ہر سمجھدار اور باشعور فرد کا لازمی فرض ہے۔ سوال یہ ہے کہ فرسٹ ایڈ یا ابتدائی طبی امداد کا کورس کہاں کریں۔ اور اس کی کیا شرائط ہیں آپ یہ اپنے قریبی ڈاکٹر یا معالج سے

بھی ایک مہینے کی مختصر ٹریننگ سے سیکھ سکتے ہیں یا اس کورس کا مختلف سماجی انجمنوں کی طرف سے بھی انعقاد کیا جاتا ہے۔ جہاں آپ بہ آسانی اسے مختصر مدت میں سیکھ سکتے ہیں ان اداروں میں سینٹ جان ایمبولینس، ہلال احمر وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

مدرسے میں دیر سے پہنچا

مرسلہ: اے غفار پرویز، پسنی

جو پہنچو گے تم دیر سے مدرسے میں
تو ہر دم رہو گے نئے مخمصے میں
سدا مار کھاؤ گے جرمانہ دو گے
سبق پہلے گھنٹے کا پورا نہ لو گے
رہے گی تمہاری پڑھائی ادھوری
کمی تم سے ہرگز نہ ہو گی یہ پوری
جو "اسٹینڈ اپ" "تم سے ٹیچر کہے گا
تو فوراً کھڑا تم کو ہونا پڑے گا
بنائیں گے نکّو تمہیں سارے ساتھی
بلا کی ندامت اٹھانا پڑے گی
نتیجہ یہ ہو گا کہ جی چھوڑ دو گے
لکھائی پڑھائی سے منہ موڑ لو گے
جو ماں باپ دیکھیں گے لچھن تمہارے
لگو گے نہ آئندہ تم اُن کو پیارے
نہ مٹی ملے گی تمہیں پھانکنے کو
نہ کھانے کو ہو گا، نہ تن ڈھانپنے کو
کبھی ٹوکری ڈھو کے گزران کرنا
کبھی رات جاڑوں میں سردی سے مرنا
جو ناچار صدمے تم ایسے سہو گے
تو رو دو گے پچھتاؤ گے اور کہو گے
کہ افسوس آپ اپنی عزت گنوا دی
جہالت کے ہاتھوں شرافت گنوا دی

قدرتی گیس کی کہانی

صائمہ تزئین، کراچی

ماہرِ ارضیات کا اندازہ ہے کہ زمین کے اندرونی دباؤ اور شدید حرارت کی وجہ سے مختلف اقسام کے پودوں اور خودرو جھاڑوں نے جو زمین میں دفن ہو گئے ہیں۔ سالہا سال کے طبیعیاتی عمل سے قدرتی گیس کی شکل اختیار کر لی۔ کرۂ ارض کی سخت اور سنگلاخ تہوں کی وجہ سے یہ گیس ہزاروں برس سے زیرِ زمین موجود یا بند ہے۔ لیکن ان سوالوں کے جواب دینا مشکل ہے کہ سب سے پہلے قدرتی گیس کا سراغ کس نے لگایا؟ اور اس کے جلانے کی خاصیت کس نے دریافت کی؟

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۹۴۰ ق.م میں چینیوں نے قدرتی گیس کو کھاری پانی سے نمک بنانے کے لیے استعمال کیا اس کے بعد اٹھارویں صدی کے آخر تک قدرتی گیس کے استعمال کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ ۱۷۷۵ء میں جارج واشنگٹن نے امریکا کے صوبے مغربی ورجینیا میں "مسلسل جلنے والے چشمے" کا سراغ لگایا جو درحقیقت قدرتی گیس کا ایک وسیع ذخیرہ تھا۔ سنہ ۱۹۲۱ء میں صوبہ نیویارک میں فریڈونا کے مقام پر قدرتی گیس کا سب

سے پہلا کنواں کھودا گیا جس کی گہرائی ۷۲ فٹ تھی، اس گیس کو کھانا پکانے اور روشنی کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس کے چھ سال کے بعد کیلیفورنیا میں قدرتی گیس کا ایک وسیع ذخیرہ دریافت ہوا۔ ۱۸۷۲ء میں پینسیلوانیا میں سب سے پہلے پائپ لائن کے ذریعہ سے اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا گیا۔

پاکستان میں سب سے پہلے ۱۹۵۲ء میں سوئی (واقع صوبہ بلوچستان) میں قدرتی گیس کا انکشاف ہوا لیکن صنعتی مقصد کے لیے اس کا باقاعدہ استعمال ۱۹۵۵ میں پہلے پانچ سالہ منصوبے کے آغاز کے بعد ہوا۔ سوئی کے علاوہ ماڑی، اوچھ، کندھ کوٹ، خیرپور اور مزار انی سے بھی گیس دستیاب ہوئی ابھی حال ہی میں کراچی کے نزدیک سے بھی گیس کا ایک ذخیرہ برآمد ہوا ہے۔

ایندھن کی دوسری اقسام مثلاً لکڑی، کوئلہ، تیل وغیرہ میں سب سے اہم قسم قدرتی گیس ہے کیوں کہ اس میں طاقت اور قوت کا جو خزانہ پوشیدہ ہے وہ کسی دوسرے ایندھن میں اس تناسب سے موجود نہیں۔ کوئلہ، لکڑی اور تیل کی نسبت یہ زیادہ صاف ہوتی ہے۔ آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتی ہے۔ اسے آسانی سے کنٹرول کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے ایندھن کی طرح جگہ نہیں گھیرتی اس کے جلنے سے کوئی دھواں یا راکھ وغیرہ نہیں بچتی۔ یہ دوسرے ایندھنوں کی نسبت بہت کم قیمت ہوتی ہے نیز اس کے نرخ میں اضافہ نہیں ہوتا بلکہ جیسے جیسے اس کے ذخائر دریافت ہوتے جاتے ہیں۔ اس کی قیمت میں کمی ہوتی جاتی ہے۔

قدرتی گیس کو مختلف صنعتوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ قدرتی گیس کا سب سے زیادہ استعمال بجلی پیدا کرنے میں ہوتا ہے لیکن آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ قدرتی گیس مختلف اشیا کی تیاری میں بطور "خام مواد" بھی استعمال ہوتی ہے۔ اس میں بعض ایسے اجزا ہوتے ہیں جنہیں بعض دوسرے کیمیائی اجزا کے ساتھ ملا کر مختلف چیزیں تیار کی جاتی ہیں۔ کھاد، ربڑ، رنگ، بارود، سیمنٹ اور شیشے وغیرہ کی تیاری میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ امید ہے کہ آگے چل کر قدرتی گیس سے گندک بھی تیار کر لی جائے گی۔ اس گیس سے بعض ایسی گیس تیار ہوتی ہیں جو مختلف صنعتوں میں استعمال کی جا سکتی ہے پلاسٹک اور نائلون کی تیاری میں بھی قدرتی گیس استعمال ہوتی ہے۔ ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ قدرتی گیس بے رنگ اور بے بو ہوتی ہے جب تک اس کا شعلہ نہ جلے اس کی موجودگی کا پتہ نہیں چلتا اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسانی صحت کے لئے مضر نہیں ہے۔ پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک مثلاً امریکا، فرانس، اٹلی میں بھی قدرتی گیس کے ذخائر موجود ہیں لیکن قدرتی گیس کا سب سے بڑا ذخیرہ امریکا میں ہے۔ قدرتی گیس کی افراط اس کے بے شمار فائدے اور اس کی گوناگوں خصوصیات کے باوجود ہم تیل سے بے نیاز نہیں ہو سکتے کیوں کہ گیس سے اور تو سارے کام لیے جا سکتے ہیں مگر ٹریکٹر، موٹر اور ہوائی جہاز وغیرہ اس سے نہیں چل سکتے۔ اس لیے تیل کی اہمیت اپنی جگہ پر بدستور رہے گی۔ ویسے پاکستانی سائنس دان اس سے کار، ٹرین ریل اور جہاز کے انجن چلانے کی کوشش کر رہے ہیں انہیں اس سلسلے میں کچھ کامیابی بھی ہوئی ہے۔

نونہالوں کے خطوط

بزمِ نونہال

٭ اگست کا نونہال پسند آیا۔ رسالے کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کیا کریں۔ سرورق پر ہر مہینے تاریخی مقامات اور مشہور عالمی شخصیات کی تصویریں شائع کریں۔ اپنے فن کے ماہرین اور ننھے فن کار اور محنت کشوں کے انٹرویو بھی دیں تو مناسب ہوگا۔ ہر ماہ کسی نونہال کا تعارف بھی ضروری ہے۔ 'میری لائبریری' کے عنوان سے ایک کالم شروع کیجیے جس میں بچوں کی مطالعہ کی ہوئی بہترین کتابوں کے بارے میں مضامین شائع ہوں۔

(اصغر علی اور ان کے دوست، کراچی)

٭ میں نونہال کو ۴۰ میل دور سے منگوا کر پڑھتا ہوں، اسی سے میرا جی بہلتا ہے۔ جولائی کے نونہال میں مشکل الفاظ نہیں دیے گئے۔ حلقہ دوستی کو بند کیجیے۔ اس میں بڑی عمر کے لڑکے بھی شرکت کرتے ہیں۔

(رحیم بخش، جاوید بلوچ، پشکان، بندر بلوچستان)

٭ نونہال کی تعریف سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ (عنایت علی رتن پور، لاہور)

٭ اگست کا ٹائیٹل خاص نہیں تھا۔ البتہ لطیفے بہترین تھے۔ صحت مند نونہال کا سلسلہ ختم کرکے کسی سائنس داں پر مضمون شائع کیجیے۔ (ندیم اعظمی، کراچی)

٭ طلبہ کے لیے نونہال سے زیادہ کوئی اور رسالہ مفید ثابت نہیں ہوسکتا۔ (ملک خضر حیات، کلور کوٹ)

٭ جولائی کا سرورق بہت خوب صورت تھا۔ مضمون 'کتابیں اور ہمارے بزرگ' بہت اچھا تھا۔

(عمر خلیل، کراچی)

٭ اگست کا شمارہ پیارا اور دل کش تھا۔ سرورق خاص نہ تھا۔ کہانی 'قلعے کا راز' بور تھی۔ قیمت میں اضافہ منظور ہے۔ (فاروق انجم ساجی، ملک وال)

٭ حکیم محمد سعید کا 'جاگو جگاؤ'، 'بلی کا خاندان' اور 'خواجہ حسن بصری' بہت پسند آئے۔

(محسن قادری، اسلام آباد)

٭ نونہال بے شک روز بروز ترقی کر رہا ہے اس میں آپ صرف وہی مضامین شائع کرتے ہیں جو قابل

اشاعت ہوتے ہیں۔ (فہمیدہ مومی، کراچی)

* جاگو جگاؤ حسب سابق سبق آموز تھا مضمون حضرت شعیبؑ، نظم جشن آزادی اور کہانی قلعہ کا راز بہت پسند آئے۔ ناقابل اشاعت مضامین کا کالم دوبارہ شروع کیجیے۔ (عرفان احمد دائرہ دین پناہ)

* نونہال ایک معیاری رسالہ ہے۔ یہ بچوں کے اخلاق کی تعمیر میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ لیکن ربالو کے کارنامے میں جادو، ٹونے کی باتیں کھٹکتی ہیں۔ یہ قوت بازو اور حکمت عملی کا زمانہ ہے، جادو ٹونے کا نہیں، پھر ایسی کہانیوں سے کیا فائدہ؟ (عشرت محمود، کراچی)

> آپ کا خیال درست ہے، لیکن جادو ٹونا دنیا کے ہر ملک کے بچوں کے ادب میں رچا بسا ہے۔ اس کی انوکھی باتیں بچوں کو آئندہ زندگی میں عمل پر اکساتی ہیں۔ کل کا اڑن کھٹولا آج کا ہوائی جہاز بن گیا ہے

* نونہال اس ماہ جلد مل گیا۔ نونہال مصور کی تصویروں کے لیے ہر ماہ کوئی عنوان دیا کیجیے، ٹائٹل پر کسی مشہور شخصیت یا عمارت کی تصویر مناسب رہے گی۔

(سید راشد علی جھڈو)

* میرے شہر میں نونہال بڑی دیر سے آتا ہے۔ جولائی کا نونہال پسند آیا۔ خاص طور پر حکیم محمد سعید کا جاگو جگاؤ، کہانی فقیر کے بھیس میں، جناب رشید الدین کی تاریخی کہانی فاتح سندھ بہت پسند آئے۔
(محمد طارق سہیل، گڑھی کپورہ مردان)

* حکیم محمد سعید کا جاگو جگاؤ بہترین تھا۔ برائے قلعے کا راز اور جادو کا برش پر مبارکباد قبول کیجیے جناب احمد خلیل خاں کی کہانی سیزر کا قتل بھی بہت اچھی رہی کوئی انعامی سلسلہ شروع کیجیے۔

(الیس، انصاف نبی، کراچی)

* نونہال کافی دل چسپ تھا قابل اشاعت اور ناقابل اشاعت مضامین کی فہرست شائع کیجیے۔

(حبیب فخر اوستو، کراچی)

* نونہال واقعی بچوں کا ہمدرد ہے معلومات عامہ کے سوالات مختلف عنوانات کے تحت شائع کیجیے اس طرح کم عمر پڑھنے والے الجھن محسوس نہیں کریں گے۔

(کوثر پروین، شیخوپورہ، لیاقت آباد مظفر گڑھ)

* اگست کا نونہال پسند آیا خاص طور پر دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ، صحیح محاورہ بتایئے، نونہالوں سے باتیں، اخبار نونہال اور نونہال ادیب بہت اچھے تھے قلمی دوستی کا سلسلہ جاری رکھیے۔

(میاں وسیم احمد، کراچی)

* معلومات عامہ کے درست جوابات بھیجنے والے نونہالوں میں سے ایک کا نام قرعہ اندازی سے چن لیا جائے اور آئندہ شمارے میں خود اس کا لکھا ہوا انٹرویو شائع کیا جائے۔ (نسرین عزیزی، مظفر گڑھ)

> اور نونہال کو بھی اپنی رائے سے مطلع کریں

* پچھلے شماروں میں 'چالاک خرگوش' کے کارنامے رسالہ کی جان ہوتے تھے اس سلسلے کو پھر شروع کیجیے

حکیم سعید کا "جاگو جگاؤ" اور ہمدرد انسائیکلو پیڈیا' بہت اچھے ہوتے ہیں۔ (انجم انیس، کراچی)

چالاک خرگوش کے کارنامے، بہت جلد کتابی شکل میں چھپ جائیں گے۔

* نواب شاہ جاکر بڑی مشکل سے اگست کا نونہال حاصل کیا۔ دوڑ کی شدید گرمی میں ٹائٹل دیکھ کر ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ حلقۂ دوستی کا سلسلہ ختم کر دیجیے۔ اس طرح دوسرے مفید مضامین شائع ہو سکیں گے۔ شام ہمدرد ہمیں پسند ہے۔ جولائی کے نونہال ادیب میں تین نظمیں نقل شدہ تھیں۔

(رعنا تبسم، کراچی)

* جناب معراج سے گزارش ہے کہ اب وہ خرگوش کی واپسی، دوبارہ شروع کر دیں۔ ٹائٹل دیکھ کر دل کی کلی کھل اُٹھی۔ (شکیل احمد، کراچی)

* نونہال کے صفحات بڑھا دیجیے قلمی دوستی کا سلسلہ بند کر کے غیر ممالک کے بارے میں مضامین شائع کیجیے کیا نونہال کے سلور جوبلی کا نمبر کا ارادہ ہے۔

(رانا سہیل انجم، کراچی)

جی ہاں ارادہ تو ہے۔

* نونہال کی سلور جوبلی ہونے والی ہے خدا کرے وہ گولڈن، پلاٹینم اور ڈائمنڈ جوبلی منائے یہ تمام سالوں کا شہنشاہ ہے۔ (شکیل احمد فخر راضی، کراچی)

* اگست کا نونہال بہت پسند آیا خاص طور پر سیزر کا قتل، پرانے قلعہ کا راز، مچھلی کا بیٹا، پیارے رسولؐ کی باتیں، اللہ اس کا ہو گیا اور گمنام تحریک بہت عمدہ تھے۔ سر ورق پر کیمرے کی تصویر چھاپیے۔

(اعجاز احمد، چارسدہ)

* حکیم محمد سعید کا 'جاگو جگاؤ'، بہت پسند آیا آپ کا ہر ہر لفظ غور کرنے کے قابل ہوتا ہے۔

(محمد اسماعیل طیب راہی، کراچی)

* جاگو جگاؤ، سبق آموز تھا، نظم قائد اعظم پسند آئی نونہال ادیب میں مضمون نظام ہاضمہ، ہم چھٹی سے نویں تک پڑھتے آئے ہیں۔ حلقۂ دوستی بند کر دیا جائے۔

(محمد انیس احمد، رحیم یار خاں)

* صحت مند نونہال میں تصویر چھپوانے کے لیے کتنے پیسے لگیں گے۔ (عالم احمد، کراچی)

ایک نہیں۔

* نونہال بڑا پیارا رسالہ ہے ہمارے شہر میں ملک کا بہترین رسالہ ہاتھوں ہاتھ بک جاتا ہے۔ اس کی خوبیاں اردو میں نہیں۔

(محمد آصف ندیم خاں بلوخیل، میاں والی)

* نونہال کے تمام عنوانات کا معیار بڑھ رہا ہے بس ایک قلمی دوستی کو ختم کر دینا چاہیے۔ نونہال ہر ایک کا پسندیدہ رسالہ ہے (جاوید شمیم صدیقی، کراچی)

* بعض نونہالوں کی رائے کے مطابق الغائی سلسلہ ہرگز شروع نہ کیجیے کیوں کہ یہ لالچ ہے جو محبت کو دل سے نکال دیتی ہے۔ البتہ قلمی دوستی کے اوراق میں کمی کر کے جاگو جگاؤ کے صفحات بڑھا دیجیے۔

سرورق بہت عمدہ تھا۔ (ایم اسلم ناز منڈی بہاؤالدین)

* ہمدرد نونہال کی معلومات کیا کسی انعام سے کم ہیں جو انعامی سلسلہ شروع کرنے کی بات ہو رہی ہے۔ علم کی کوئی قیمت نہیں ہوتی اس لیے یہ سلسلہ شروع نہ کیا جائے۔ اس طرح اس کا معیار بھی برقرار رہے گا۔ (احمد ندیم عباسی، کراچی)

* ہمارے کلب کے ممبروں کی اکثریت کی رائے میں حلقۂ دوستی کو جاری رکھنا چاہیے کیوں کہ اس سے دوستی جیسے مقدس جذبے کو فروغ ملتا ہے۔ نونہال کا ہر سلسلہ مفید ہے۔ (محمد عبداللہ خاں، میرپور خاص)

* اگست کا نونہال بہت پسند آیا۔ طویل مصرعوں کی نظمیں نہ چھاپئے انھیں لہک کر گایا نہیں جا سکتا۔ مٹمٹل ناموزوں تھا۔ ڑبالو کے کارنامے جیسی عقل سے دور کہانیوں سے نجات دلائیے۔ نظم ارّی کرّی نقل شدہ تھی۔ (ادریس آدم، کراچی)

* طارق اشتیاق خاں کی نظم بھائی بھلکڑ نقل شدہ تھی ایسے نونہالوں کے نام ادبی چور کے عنوان سے شائع کیے جا سکتے ہیں۔ (سید تنویر مہدی رضوی، خیرپور)

* سرورق اچھا تھا۔ حلقہ دوستی اور معلومات عامہ کا ایک جواب غلط بھیجنے والوں کے نام شائع نہ کیجیے۔

(خالد احسان ہاشمی، کراچی)

* اس دفعہ معلومات عامہ کے سوالات مشکل تھے قیمت میں اضافہ گوارا ہے۔ (حاجی محمد اشرف شاہ امیر احمد میاں والی)

* تحریک آزادی میں شامل شخصیتوں کے بارے میں آپ مضامین شایع کیجیے۔ یہ صحیح ہے کہ حکیم محمد سعید صاحب ہر مہینے ہمیں نصیحت کرتے ہیں لیکن خود آپ کو بھی ہمیں نصیحت کرنی چاہیے۔ (مفضل مظفر قیوم خاں غوری، کراچی)

ہمارے خیال میں حکیم صاحب کی ناصحانہ باتیں بہت کافی ہیں۔ صرف اُن پر ہی عمل کر کے بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے۔

* نونہال بے حد پسند آیا۔ ہمیں مسلمان سائنس دانوں کے کارناموں سے بھی رُوشناس کرایا جائے۔ پچھلے ماہ الفاظ کے معنی تلاش کرنے کا سلسلہ بہت اچھا تھا اسے جاری رکھیے۔ (محمد ممتاز عالم، اسلام آباد)

* حضرت شعیبؑ پر تحریر کردہ مضمون بہت پسند آیا یہ سلسلہ جاری رکھیے۔ اس دفعہ نونہال تحریر کی دوڑ میں کافی آگے نکل گئے۔ نونہال کا معیار بلند ہو رہا ہے۔

(غلام قادر عباس، کراچی)

* صحت مند نونہال کے بجائے کسوٹی جیسا معلوماتی سلسلہ شروع کیا جائے۔ (سید کفیل احمد، کراچی)

* نظمیں اور کہانیاں اچھی تھیں برصغیر کی تاریخ کے بارے میں کوئی سلسلہ شروع کیجیے۔ (الطاف علی، ٹنڈو الہ یار)

* نونہال کی مہک ہمارے دل میں بس گئی ہے۔ ہم اسے ہر قیمت پر خریدیں گے۔ (کھتری محمد علی شاہین، حیدرآباد)

* شام ہمدرد کے بجائے غذائیں، دوائیں شروع کردیں۔ ماہ شعبان کے شمارے کا ہر ہر لفظ پڑھنے کے قابل تھا۔ (محمد عارف مغل، لاہور)

* نونہال میرا پسندیدہ رسالہ ہے۔ نونہال مصوّر کے لیے کوئی موضوع دیا کیجیے۔ مشکل الفاظ کا سلسلہ دوبارہ شروع کیجیے۔ (کوکب روحی، ایبٹ آباد)

معلوماتِ عامہ ۱۳۶ کے صحیح جوابات

اگست ۱۹۷۷ء کے ہمدرد نونہال میں معلوماتِ عامہ ۱۳۶ کے جو سوالات شائع کیے گئے تھے ان کے صحیح جوابات یہ ہیں ۔

۱۔ مشہور آسمانی کتاب "زبور" حضرت داؤد علیہ السّلام پر اُتری تھی۔
۲۔ مُصطفیٰ کمال اتاترک سیلونیکا میں پیدا ہوئے ۔
۳۔ پچھلی صدی میں جس مسلمان مفکّر نے دنیا کے تمام مسلمانوں کے درمیان اِتحاد کی تحریک چلائی تھی اس کا نام جمال الدین افغانی ہے۔
۴۔ زرد اور سُرخ رنگ برابر مقدار میں ملائے جائیں تو نارنگی رنگ بنے گا ۔
۵۔ جھیل سیف المُلوک پاکستان میں وادئی کاغان میں واقع ہے ۔
۶۔ وٹامن "کے" (K) کی کمی کے باعث جسم کے کسی حصّے سے بہتا ہوا خون نہیں رُکتا ۔
۷۔ جرمنی میں واقع بحیرۂ شمالی اور بحیرۂ بالٹک کو ملانے والی نہر کا نام کیل کنیال ہے ۔
۸۔ اٹک کا پُل دریائے سندھ پر بنا ہوا ہے ۔
۹۔ مشہور بندرگاہ "بصرہ" عراق میں واقع ہے ۔
۱۰۔ اس غیر دھاتی عُنصر کو جو ہوا میں جل اٹھتا ہے فاس فورس کہتے ہیں۔ اسی لیے اِسے پانی میں رکھا جاتا ہے ۔

صحیح جوابات بھیجنے والوں کے نام

سانگھڑ
محمد ہارون
عبدالوحید میمن

ٹوبہ ٹیک سنگھ
محمد ذوالفقار ضیاء
محمد اقبال ضیاء
محمد اقبال شاہد

پسنی مکران
محمد رفیق
محمد اسلم

میر پور خاص
محمد ضمیر
خالد مسعود ناز
محمد شبیر
آنسہ صبیحہ منیر
محمد عبدالخالق خاں
محمد عبداللہ خاں
کریم النساء انجم
محمد عبدالقادر خاں

راولپنڈی
انجم محمود
لالہ رُخ لطیف

لاہور
عدنان بشیر
آنسہ عائشہ رشید
آفتاب اقبال راہی
محمد آصف مرزا
خالد مسعود

سکھر
عشرت حسین خواجہ
افتخار برنی
سید منظر حسین رضوی
عرفان خورشید
افتخار خورشید
محمد طاہر
محمد انوار الحسن صدیقی
جاوید خورشید
امجد خورشید
لیاقت خورشید

آفتاب اقبال
آفتاب انجم پردیسی
وسیع الرحمٰن خاں
آفتاب اقبال انجم
آفتاب انجم
اعتزاز الدین احمد
رضی الدین

حیدر آباد
حبیب اللہ شاہین
عقیل احمد
فرخ وزیر
ارشد عتیق احمد صدیقی
محمد رئیس عبدالرشید
غلام محمد بہادر
محمد اسمٰعیل مسلم راہی
سید ندیم افتخار
آنسہ نغمہ رفیق
عباس رضا
رحمت اللہ شاہین
عبدالحفیظ خاں

محمد عارف احمد
نعیم اختر قریشی
شہزادہ ظہور احمد شاہین

نوشہرہ درکاں
امتیاز احمد نوید
شہباز احمد

اسلام آباد
آنسہ ثمینہ یوسف
آنسہ رعنا یوسف
سید خالد حمد

جھنگ
خورشید احمد
آنسہ ثمینہ اختر
آنسہ رضیہ سلطانہ

کراچی
اظہر عباس
آفتاب احمد خاں
شاہد انجم
فاروق حمید
جیلانی یوسف

سید ظل عسکری	سید عبد الباسط عتیق	محمد عتیق الرحمٰن انصاری	احمد ندیم عباسی
محمد اقبال فتح خاں	فرزانہ ستار عاشی	عظمیٰ ایس شیخ	جاوید اے غنی
مسعود علی	فرخ مراد	انتخاب عالم	مہوش رعنا صدیقی
محمد زاہد اقبال	آنسہ ثمینہ خورشید	عامر رحمٰن خاں	نعیم اختر شوخ
معراج الدین تارزن	اقبال احمد کاظمی	عبد الرزاق عمر خاں	محمد جاوید
سید انوار علی	وقار احمد صدیقی	عطیہ سلطانہ	آنسہ سعیدہ خاتون

عرفان کریم حسکانی	ڈیرہ غازی خاں	محمد اسلم پرویز بھٹی ، پتوکی		محمد خالد محمود	کراچی یاسین
عتیق احمد انصاری	مقام کا نام نہیں لکھا	یاسر علی فاروقی . نوابشاہ		ارشاد احمد	کوئٹہ
سید تنویر مہدی	خیرپور میرس	سید راشد علی وارثی ، تھرپارکر		عبد الحمید	بہاولپور
آنسہ شازیہ ناز	پشاور	محمد انیس احمد ، رحیم یار خاں		کاظم علی	جیکب آباد

صحیح جوابات بھیجنے والوں کی تصویریں

سید مظہر علی ، شہداد پور

انور علی ، پسنی

عابدہ سلطانہ نکی ، کراچی

خاور بیگ خاور ، میرپور خاص

عمر فاروق ، ابوظہبی

مشتاق حاجی عثمان ، کراچی

انیس کنول سلیمان ، کراچی

محمد قاسم خان ، چارسدہ

سید وسیم علی ، اسلام آباد

زاہدہ سلیمان ، کراچی

اسد عباس، کراچی

سید محمد نعمان حسن، کراچی

زاہد ضمیر آزاد، لاہور

سلمان غازی، ابوظہبی

جاوید رحمت، کراچی

ضیا ظفیر، اسلام آباد

سید قدیر احمد، پرانا سکھر

عبدالحفیظ خاں، حیدر آباد

مطاہر حسین، کراچی

سعید اختر قریشی، حیدر آباد

سید محمد طارق کامران، کراچی

محمد ناصر میر، نوابشاہ

محمد طارق اعوان، حیدر آباد

رحمت اللہ شاہین، حیدر آباد

شیراز احمد کمال، کراچی

عبدالسعید خاں، سکھر

عبدالرزاق میگھانی، کراچی

محمد عارف عزیز رہبر، کراچی

سید کفیل احمد، کراچی

سید شہزاد علی، کراچی

رفیع اللہ بھٹو، حیدر آباد

لیاقت راہی، میرپور خاص

سید علی الدین احمد، کراچی

احمد عارف، لاہور

محمد عثمان بلوسلیمان، کراچی

ادریس آدم غازی، کراچی

خالد سرور، حیدرآباد

محمد عبداللہ، کراچی

راشد الٰہی، سکھر

محمد فاروق سہیل، کراچی

اعجاز حسین، کراچی

ملک نور محمد اعوان، چکوال

محمد عبدالسفیر، کراچی

لچھمن داس، حیدرآباد

جاوید وارث، کراچی

ظفر علی، کراچی

ضیاء الدین، حیدرآباد

ناصر اقبال صدیقی، کراچی

سید مبین الحق، کراچی

سید حسنین عسکری زیدی، کراچی

ریحان عقیل خرم، کراچی

احمد افضال، کراچی

عامر سراج احمد، کراچی

خواجہ محمد امین دانی، کراچی

سید ممتاز حسین، کراچی

فیاض احمد، ملتان

محمد انوار عمر خان، کراچی

شہزادہ الماس حیدر عابدی، کراچی

یاسر علی فاروقی، کراچی

رضی سرور قریشی، حیدرآباد

سید انور علی، حیدرآباد

محمد زاہد حسین، کراچی

محمد آصف، سکھر

سید جعفر عسکری، کراچی

سید اسد علی اسد، کراچی

مرزا ارشاد بیگ، کراچی

سید سجاد علی تبسم، سکھر

نادر مہدی خاں

محمد حنیف لاکھانی، کراچی

ایاز احمد میمن، سکھر

سید عمران کامل، ملتان

سلیم الدین ظہیر، کراچی

سید امین الدین احمد، کراچی

مسرور عبدالقادر خاں

سلمان عقیل خاور، کراچی

محمد ممتاز عالم، اسلام آباد

محمد عاصم، سکھر

امجد محمود بھٹی، کیمبل پور

محمد اشرف آرائیں، کوٹری

سید سلمان حسین، کراچی

انعام حسین نقوی، کراچی

عتیق الدین، کوٹری

گوہر جمال، مردان

المیانہ احمد، نوشہرہ درکان

نصیر احمد شیخ، جیکب آباد

سید شہزاد علی، سکھر

محمد انوار الحسن، سکھر

محمد بلال موسیٰ، کراچی

سید سلطان احمد، کراچی

محمد حسین ڈیسائی، کراچی

ایک غلط جواب بھیجنے والوں کے نام

خیر پور میرس

علی داد بلوچ سٹھارجا
سید جاوید حسین زیدی

ٹوبہ ٹیک سنگھ

محمد افتخار ضیار
محمد سرفراز ضیار
عبدالغفار ناز

نواب شاہ

محمد اقبال غوری
مرزا وقار بیگ
محمد عارف

سانگھڑ

عبدالحمید میمن
منور چارٹ

مظفر گڑھ

ملک عاشق حسین
عرفان احمد

ملکوال

سید توقیر رضا
سہیل رضا جعفری
سید سلیم رضا جعفری

راولپنڈی

آنسہ عظمیٰ حفیظ
عبدالقیوم
عمران اصغر
انجم محمود

ایبٹ آباد

سلطان العارفین
سید عارف زاہد

فیصل آباد

رئیس احمد انصاری
امتیاز احمد رانا

لاہور

فاروق احمد
شاہد ضمیر آزاد
راحت الٰہی

حیدر آباد

طارق حسین
محمد عامر پرویز بھٹی
عتیق احمد فخری
ملک بختیار
سیما فاروقی
وسیم عالم فاروقی
سادیہ کاشف
فوزیہ سلیم انصاری
کریم عاطف
ممتاز احمد عقیل الدین
اعجاز جنیدی
شان رضا
شیخ عبدالرشید قریشی
سید جاوید حسین زیدی
سیدہ فرحین زیدی
سید حسن رضا زیدی
سید اعظم حسین زیدی
طاہر مقبول
آصف مقبول
ارشد وحید

سکھر

سید ضیاء الحق
ارشد الٰہی
وسیع الرحمٰن خاں
اشرف اللہ قریشی
مزمل سلطان خاں
فاروق سلطان بخاری

کراچی

	شیخ ممتاز احمد	سلمیٰ پروین صدیقی	آفتاب احمد خاں
محمد توصیف احمد طاہر	فیروز الدین	بشریٰ عثمان علی	عبدالستار
عامر زکی	ذوالفقار علی	علی رضا خاں	جمیل عبدالغفار
عبدالحامد قریشی	آلنسہ ثمینہ کنول	علی عادل خاں	صفدر حسین ۔
آلنسہ فوزیہ ستار	خالد حسن خاں تیموری	فرحت محمود صدیقی	سید عثمان غنی
عبدالمالک قریشی	جواد احمد	صلاح الدین احمد	اعجاز الحق شکیل احمد
عبدالجبار	نور حسن	فرید الدین احمد قریشی	محمد سلیم
محمد ساجد	ناصر جمال واسطی	شاہد احمد رشید	فرحان انصاری
آلنسہ مہپا تزئین	ندیم واسطی	سید کفیل احمد	سید عرفان حسین
محمد عامر علی انصاری	محسن عباس	رانا زکی احمد	منیر احمد صدیقی
محمود احمد	سید مراد حامد کاظمی	سلیم علی	آمنہ عصمت صغیر احمد
غلام قادر عباس	ظفر احمد	نجیب الحسن	وسیم احمد
طارق ممتاز بٹ	راجہ سیف اللہ	آلنسہ رخسانہ پروین	درشہوار نذیر

خالد کمال ڈاہر خان پور	قاضی اشفاق احمد، گوجرانوالہ	محمد ماجد یوسف زئی اسلام آباد
وسیم یوسف ملک سیالکوٹ	عرفان فضل قدیر اسلام آباد	عبدالقیوم خانیوال
رانا سہیل انجم خاں، گوجرانوالہ	محمد ادریس احمد رحیم یار خاں	عامر خلیل اوپل گجرات
ملک عبدالجبار کھچی رحیم یار خاں	احمد بخش، تونسہ شریف	عامر رحمان لاہور
سید رضا شاہ رضی ملتان	عبدالحئی ایس دل، گوٹھ ڈینگارو	محمد الطاف الرحمٰن نوشہرہ
رضا منیر احمد نارووال	محمد بن طیب صدیقی روہڑی	ذوالفقار حیدر لودھی، ہری پور ہزارہ

جوابات: صحیح محاورہ بتائیے

۱۔ رُواں۔ رُونگٹا ۲۔ لَو ۴۔ کُتّا ۳۔ مچھلی ۵۔ چینی

۶۔ ہنسلی ۷۔ اوک ۸۔ چُلّو ۹۔ کُرکُری ۱۰۔ کوّا

قلمی دوستی

علی رضا شاد

عمر : ۱۶ سال　　تعلیم : انٹر

دل چسپیاں : قلمی دوستی، اخبار اور رسائل میں لکھنا۔

پتا : معرفت غلام قادر شاپ کیمپرا ے بی سینیا لائنز کراچی

جاوید رحمت

عمر : ۱۴ سال　　تعلیم : نہم

دل چسپیاں : ٹکٹ جمع کرنا۔

پتا : ۳/۴ ڈی III ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸

سید ممتاز حیدر رضوی

عمر : ۱۶ سال　　تعلیم : فرسٹ ائر

دل چسپیاں : کرکٹ کھیلنا، مطالعہ کرنا۔

پتا : ۱۱/۱۱ الیف فیڈرل کیپٹل ایریا عقب ارم سینما لیاقت آباد کراچی

سید علی الدین احمد

عمر : ۱۲　　تعلیم : نہم

دل چسپیاں : ٹکٹ جمع کرنا، ہاکی کھیلنا۔

پتا : مکان نمبر ۷/ ۳۸ بلاک نمبر ۱۴ فیڈرل بی ایریا کراچی نمبر ۳۸

زمرد خان

عمر : ۱۳ سال　　تعلیم : ہفتم

دل چسپیاں : مطالعہ کرنا، قلمی دوستی کرنا۔

پتا : معرفت اجون خان ہوٹل، نئی آبادی بھینس کالونی کراچی نمبر ۳

سعد اللہ سیف

عمر : ۱۱ سال　　تعلیم : ہفتم

دل چسپیاں : تیراکی۔ اسکواش، ٹکٹ جمع کرنا

پتنا : معرفت ایس۔ ایم سیف اللہ فاروقی بنگلہ نمبر ۲۶ سوئی گیس فیلڈ بستی

عبد الندیم عباسی

عمر : ۱۲ سال　　تعلیم : ہفتم

دل چسپیاں : قلمی دوستی کرنا، سکے جمع کرنا۔

پتنا : مکان ای ۱۱۳ ۳ یونٹ نمبر ۸ نزد زیر تعمیر صدیق پلازہ۔ حیدرآباد

محمد عبد الطیف

عمر : ۱۵ سال　　تعلیم : نہم

دل چسپیاں : ٹکٹ جمع کرنا، قلمی دوستی کرنا۔

پتنا : حاتم بھائی طیب علی کمپاؤنڈ مکان نمبر ۲ مولوی محمد عثمان روڈ کراچی

خالد محمود

عمر: ۱۲ سال — تعلیم: ہفتم

دل چسپیاں: نونہال پڑھنا، کرکٹ کھیلنا

پتا: ایف ۔ ۹۹۸ بی بی ڈھوک دلال، پیرودھائی روڈ راولپنڈی

ارشد علی خان

عمر: ۱۳ سال — تعلیم: نہم

دل چسپیاں: کرکٹ کھیلنا، ٹکٹ جمع کرنا

پتا: سی ۔ ۷ ۔ ۱۴ یونٹ نمبر ۶ لطیف آباد حیدر آباد

فرید اکبر شاہ

عمر: ۱۴ سال — تعلیم: نہم

دل چسپیاں: بیڈمنٹن کھیلنا، ہاکی کھیلنا

پتا: ۲/۳ ۴ ۔ ب ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸

عبدالحامد قریشی

عمر: ۱۳ سال — تعلیم: ہشتم

دل چسپیاں: نماز پڑھنا، ہاکی کھیلنا

پتا: ۸/۳۶ /۱ اے ۔ ۵ رحمانی منزل ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸

انیس تبسم شاہین

عمر: ۱۶ سال — تعلیم میٹرک

دل چسپیاں: قلمی دوستی، مصوری، مطالعہ

پتا: کالونی نمبر ۳ خانیوال شہر

محمد عابد زمان انور

عمر: ۸ سال — تعلیم: سوم

دل چسپیاں: قلمی دوستی، ٹکٹ جمع کرنا

پتا: معرفت زمان ماہی نیوز ایجنسی لاوہ تحصیل تلہ گنگ ضلع کیمبل پور

فرخ جمال قریشی

عمر: ۱۲ سال — تعلیم: ہشتم

دل چسپیاں: ٹکٹ جمع کرنا، تیرنا

پتا: معرفت عبدالعزیز قیصر بنگلا نمبر ۳ ۔ سی ائرپورٹ کراچی نمبر ۱

محمد سمیع الحق

عمر: ۶ سال — تعلیم اوّل

دل چسپیاں: کرکٹ کھیلنا، پڑھنا

پتا: سی ۲۹۴ بلاک نمبر ۶ فیڈرل بی ایریا کراچی نمبر ۳۹

محمد سلیم شہزاد بھٹی

عمر: ۱۵ سال — تعلیم: نہم

دل چسپیاں: ملکی و غیر ملکی بہن بھائیوں سے قلمی دوستی، ٹکٹ جمع کرنا۔

پتا: معرفت گل منشی تاجدین محلہ چوڑیگراں شیخوپورہ

سید رضا مہدی

عمر: ۱۴ سال — تعلیم: نہم

دل چسپیاں: قلمی دوستی، مطالعہ کرنا۔

پتا: ۵۵/ایس بلاک نمبر ۲ پی۔ ای۔ سی۔ ایچ۔ ایس کراچی نمبر ۲۹

عامر ذکی

عمر: ۱۳ سال — تعلیم: نہم

دل چسپیاں: ہاکی کھیلنا، سکے جمع کرنا

پتا: ۷/۳۷/۹۔ اے V ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸

کھتری رحمت اللہ شاہین

عمر: ۱۵ سال — تعلیم: میٹرک

دل چسپیاں: ٹکٹیں جمع کرنا، معلومات جمع کرنا

پتا: مکان نمبر ۲۳۶۸ ۱۱۵/اے جیل روڈ ہیرآباد حیدرآباد

عبد الوحید عبد الغفار

عمر: ۱۴ سال　　تعلیم: ہشتم

دل چسپیاں: ٹکٹ جمع کرنا

پتا: حاجی رزاق پلازہ دھوراجی کالونی فلیٹ نمبر ۳۶ کراچی نمبر ۵

اے گوہر مینگل

عمر: ۱۶ سال　　تعلیم: ایف اے

دل چسپیاں: مطالعہ کرنا، کہانیاں پڑھنا، قلمی دوستی کرنا۔

پتا: آر۔ ایس جنرل اسٹور کراچی روڈ خضدار۔

سید غیور الحسن

عمر: ۹ سال　　تعلیم: پنجم

دل چسپیاں: کرکٹ کھیلنا، قلمی دوستی کرنا۔

پتا: ۲۲۱۲ پیر الٰہی بخش کالونی کراچی نمبر ۵

محمد شریف

عمر: ۱۴ سال　　تعلیم: میٹرک

دل چسپیاں: ٹکٹیں جمع کرنا، پڑھنا۔

پتا: محمد شریف تاج محمد کریانہ مرچنٹ مین بازار ڈونگہ بونگہ۔

اعجاز الحق

عمر: ۱۲ سال　　تعلیم: ہفتم

دل چسپیاں: ٹکٹ جمع کرنا، قلمی دوستی کرنا۔

پتا: گلی نمبر ۵ مکان نمبر ۱۵ ایریا A/ ۷۔ ۳ لانڈھی کالونی نمبر ۱ کراچی نمبر ۳۰

ناصر الدین احمد

عمر: ۱۴ سال　　تعلیم: ہشتم

دل چسپیاں: قلمی دوستی۔

پتا: ۸۵۴/۳ بلاک نمبر ۳ لیاقت آباد نمبر ۳ کراچی نمبر ۱۹۔

سید وجاہت حسین

عمر: ۱۲ سال　　تعلیم: ہشتم

دل چسپیاں: قلمی دوستی، ٹکٹ جمع کرنا۔

پتا: بنگلہ نمبر ۶۰ بلاک ای لطیف آباد یونٹ نمبر ۶ حیدر آباد۔ سندھ۔

عبد الرحیم

عمر ۱۱ سال　　تعلیم ششم

دل چسپیاں: مطالعہ

پتا: ایف ۳۵ بلاک ایف نارتھ ناظم آباد کراچی نمبر ۳۳۔

محمد زاہد، محمد ہارون کاپڑیا

عمر: ۱۴ سال　　تعلیم: نہم

دل چسپیاں: قلمی دوستی۔ سکے جمع کرنا۔

پتا: غنی موسیٰ سیٹھ ہاؤس فلیٹ نمبر ۵ دھوراجی کالونی کراچی نمبر ۵

انور محمود انصاری

عمر: ۱۶ سال　　تعلیم: دہم

دل چسپیاں: مصوری، ٹکٹ جمع کرنا، قلمی دوستی۔

پتا: کوارٹر نمبر ۱۸۷/ ایس، ایس۔ آر۔ اِی کورنگی روڈ کراچی نمبر ۱۴۔

سید آفتاب احمد

عمر: ۱۶ سال　　تعلیم: انٹر

دل چسپیاں: مطالعہ کرنا، ٹکٹیں جمع کرنا، مصوری۔

پتا: ۲۸/ ای، بلاک نمبر ۲، قصر جگنو پی۔ ای۔ سی۔ ایچ۔ ایس۔ کراچی۔

سید میر بخش بلوچ

عمر: ۱۲ سال　　تعلیم: پنجم

دل چسپیاں: مطالعہ کرنا، فٹ بال کھیلنا، قلمی دوستی۔

پتا: محمد عثمان پان ہاؤس کلری ذکری اسکول لیاری کوارٹرز کراچی نمبر ۲

سید محمد نعمان حسن

عمر: ۹ سال — تعلیم: پنجم

دل چسپیاں: قلمی دوستی، ٹکٹ جمع کرنا، رسالے پڑھنا

پتا: محمد نعمان حسن قادری جامعہ ملیہ اسکول کوارٹر ۶ ملیر سٹی، کراچی

ملک محمد حسین

عمر: ۱۶ سال — تعلیم: فرسٹ ائر

دل چسپیاں: ٹکٹیں جمع و تبادلہ کرنا، قلمی دوستی کرنا

پتا: لال محمد کریانہ مرچنٹ متصل حبیب بینک پھیلی بازار، حیدرآباد

اللہ دتہ

عمر: ۱۵ سال — تعلیم: دہم

دل چسپیاں: قلمی دوستی، بچوں کی کتابیں پڑھنا

پتا: شبہ سلطان پور تحصیل میلسی ضلع دہاڑی نزد ڈاکخانہ

انجم چغتائی

عمر: ۱۰ سال — تعلیم: ششم

دل چسپیاں: قلمی دوستی، ٹکٹیں جمع کرنا

پتا: ۱۵۳۔ اصغر مال اسکیم راول پنڈی

محمد ابراہیم بودلہ

عمر: ۱۴ سال — تعلیم: دہم

پتا: ملکی و غیر ملکی پر خلوص بہن بھائیوں سے دوستی

پتا: البودرہ منزل نیو کالج روڈ گلبرگ بہاول نگر

تنویر احمد

عمر: ۱۳ سال — تعلیم: ہفتم

دل چسپیاں: ٹکٹ جمع کرنا، قلمی دوستی

پتا: معرفت خلیل احمد اینڈ برادر جنرل اسٹور اے بی کیوٹر کیمبلور

محمد حفیظ خان

عمر: ۱۶ سال — تعلیم: سیکنڈ ائر

دل چسپیاں: قلمی دوستی، ٹکٹیں جمع کرنا

پتا: کھوکھرا پار ملیر توسیعی کالونی کوارٹر ۳/۱۲-۲-ای کراچی نمبر ۲۴

محمد وسیم

عمر: ۱۳ سال — تعلیم: نہم

دل چسپیاں: ٹکٹیں جمع کرنا، سکے اور ویو کارڈ جمع کرنا

پتا: ۸۲/۱۷۔ بی ایریا لیاقت آباد کراچی نمبر ۱۹

جاوید اقبال

عمر: ۱۶ سال — تعلیم: فرسٹ ائر

دل چسپیاں: قلمی دوستی، نونہال پڑھنا، معلومات جمع کرنا

پتا: جاوید اقبال معرفت شریف الحسن گلی نمبر ۲ محلہ سلطان پورہ لاہور روڈ شیخوپورہ

عبدالوحید رضا

عمر: ۱۴ سال — تعلیم: ہفتم

دل چسپیاں: ٹکٹ جمع کرنا، قلمی دوستی کرنا، نونہال پڑھنا

پتا: عبدالوحید معرفت شکوریان فروش گورنمنٹ کالج روڈ کالی موری حیدرآباد

گوہر خورشید

عمر: ۱۶ سال — تعلیم: انٹر

دل چسپیاں: ٹکٹ جمع کرنا، قلمی دوستی کرنا

پتا: بی۔ ۲۶۸ بلاک سی نارتھ ناظم آباد کراچی نمبر ۳۳

ناصر محمد کشمیری

عمر: ۱۲ سال — تعلیم: پنجم

دل چسپیاں: ٹکٹ جمع کرنا، قلمی دوستی کرنا

پتا: ماڈل کالونی ۱۲/۳ کراچی نمبر ۲۷

حکیم محمد سعید پبلشر نے زین پیکیجنگ انڈسٹریز کراچی میں چھپوا کر ادارہ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸ سے شائع کیا۔

عہدِ جدید کے تقاضے ماضی سے کہیں مختلف ہیں۔ اس عہد کے زاویہ ہائے نظر بھی بالکل جدا ہیں۔ سائنس کی وجہ سے انسانی تصورات میں جو انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں ان کے معاشرتی ردعمل نے انسان کے لیے گوناگوں مسائل پیدا کر دیے ہیں ہمیں ان مسائل کا حل تلاش کرنا ہے۔

اِن ہی اہم مسائل میں صحت کا مسئلہ بھی ہے جسے ہمدرد اس دور کے تقاضوں کے مطابق ترقی یافتہ سائنسی طریقوں کی مدد سے حل کرنے کے لیے سرگرم کارہے

ہمدرد

ہمدرد دواخانہ (وقف) پاکستان

جب نزلہ، زکام یا فلو کا اثر ہو جائے تو

زیادہ محنت اور تھکاوٹ سے بچئے۔ قبض رفع کیجئے
بھیڑ بھاڑ اور ہجوم سے گریز کیجئے۔ گرد و غبار اور دھوئیں سے دور رہئے اور
بلا تاخیر سعالین استعمال کیجئے۔

سعالین
نزلہ، زکام اور کھانسی کی مفید دوا

ہمدرد